سلسلۂ اشاعۃ العلوم نمبر ۴۶

اذا نودي للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ

بعون معین حقیقی ہر مستعین و مستنصر و مجیب ہر سائل مضطر کتاب مستطاب

اعنی

القول الاظہر

فیما یتعلق بالاذان

عند المنبر

مولفہٗ عالم فطین فاضل متین مولانا مولوی معین الدین صاحب صدر

مدرس مدرسۂ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف دام فضلہ

حسب الحکم عالیجناب فضیلت مآب مولانا مولوی حافظ حاجی محمد انوار اللہ

خان بہادر معین المہام امور مذہبی و صدر الصدور صوبجات دکن دامت برکاتہم

باہتمام مولانا ابو الدرجات مولوی حافظ محمد ولی الدین صاحب مہتمم اشاعۃ العلوم حیدرآباد

بتصحیح مولوی سید محمد مخدوم حسینی عرف سید خواجہ پیر حسینی قادری النظامی

بقلم محمد حسن الدین عفی عنہ

در مطبع نظامیہ واقع حیدرآباد دکن مطبوع شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اذان ثانی یوم جمعہ فقہ حنفی کے روسے کہاں ہونا چاہیے بعض علماء کا خیال ہے کہ تعامل قدیم جو عامّہ بلاد اسلامیہ میں متوارث ہے (یعنی اذان ثانی داخل مسجد) بدعت سیئہ ہے اس باب میں ابو داؤد کی اُس حدیث سے سند لاتے ہیں جنکی سند میں محمد بن اسحٰق صاحب المغازی ہیں اور جس میں لفظ بین یدیہ کیساتھ علی باب المسجد وارد ہوا ہے اور عبارات کتب فقہیہ جن میں عموماً یکرہ الاذان فی المسجد وارد ہے سنداً پیش کرتے ہیں علماء کا فریق دیگر اسکے سخت مخالف ہے وہ تعامل موجود کو اس وجہ سے حجت قرار دیتے ہیں کہ یہ زمانہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آیا ہے اور عبارات فقہیہ بین یدی المنبر و عند المنبر و قریباً من المنبر کی بنا پر اذان خارج مسجد کو خلاف مذہب حنفی جانتے ہیں اور حدیث کی صحت میں محمد بن اسحٰق راوی کی وجہ سے کلام کرتے ہیں اس بارے میں جو جناب کی تحقیق ہو ظاہر کی جائے

بیّنوا توجروا رحمکم اللہ

الجواب وھو الموفق للصواب

اذان ثانی یوم جمعہ فقہ حنفی کے رو سے امام کے سامنے داخل مسجد قریب منبر
ہونا چاہیے جیسا کہ تمام دنیا میں اس پر عملدرآمد ہے البتہ نماز پنجگانہ کیلئے اذان
خارج مسجد ہونا چاہیے جسکی نسبت فقہائے کرام رحمہم اللہ نے تصریح فرمادی ہے
یکرہ الاذان فی المسجد (پر اذان متنازع فیہ فی ھذا الزمان) چونکہ دیگر اذانوں
سے مستثنی تھی اور اپنے لئے دو حکم خاص رکھتی تھی۔ اول یہ کہ امام کے
روبرو عین محاذات میں ہو دوسرے یہ کہ داخل مسجد اور امام کے قریب ہو ان ہر دو
بلکہ ہر سہ مقاصد کی ادائی کیلئے الفاظ بین یدی الامام اور عند المنبر و قریباً
من المنبر کافی ہیں دیکھئے اس بین یدی الامام سے اسقدر تو ضرور پتہ چلا کہ یہ
اذان دیگر اذانوں سے ضرور مستثنی ہے اور وہ استثنا یہ ہے کہ امام کے
روبرو ہونا چاہیے دیگر اذانوں کیلئے یہ حکم نہیں ہے اس قدر پر تو سب کو
اتفاق ہے حتی کہ فریق دیگر بھی اس امر پر سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں حالانکہ
سوائے اس جگہ کے دوسری جگہ سے اس کا استثنا معلوم ہوا۔ اب ہمکو
سخت حیرت ہے اور حیرت کیساتھ الجھن کہ فریق دیگر ہم سے اس امر کا مطالبہ
کرتے ہیں کہ جب داخل مسجد اذان ممنوع ہوئی تو اس اذان کا استثنا کسی
کتاب حنفی سے دکھاؤ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ ہم سے کیوں مطالبہ کیا گیا ہم تو
صاف کہدینگے کہ حضرت جیسے امر اول کا اس سے استثنا ہوا ویسے
ہی امر ثانی (داخل مسجد) و امر ثالث (قریب امام) کا خود بخود اس حکم سے

استغنا، ہو گیا بَیْنَ یَدَیْہِ وعِنْدَ و قَرِیْبًا سب سے متبادر معنی قریب کے
ہیں اب رہی کھینچ تان سو وہ دوسری بات ہے جس کے لئے ناظرین کو ذرا
توقف و انتظار کی ضرورت ہے لیجئے یکرہ الاذان فی المسجد کا تو جواب ہو گیا
اب رہی حدیث تو اگر درجۂ صحت کو بھی پہنچی ہوئی ہے تو وہ اخبار آحاد سے ہے
اور خبر واحد تعامل کا نہیں بلکہ اجماع مسلمین کا مقابلہ نہیں کر سکتی نہ ضعیف اور بقول
فریق دیگر حسن کیسے مقابل اجماع ہو سکتی ہے الحمد للہ نفس سوال کے جواب سے تو
فراغت پائی اگر کاش فریق دیگر بھی اسقدر پر کفایت کرتا اور احیاناً جو ایک حدیث پر
اُن کی نظر پڑ گئی تھی اُس کا نہایت سہل جواب بطریق مذکور اپنے آپ دے لیتا
تو یہ جدل جو اب مچی ہوئی ہے کاہیکو مچتی اور یہ قیامت صغریٰ جو محض ایک فرعی
مسئلہ کی وجہ سے دنیا میں قائم ہو گئی ہے بدستور روپوش رہتی لیکن جبکہ یہ مسلمانوں
کے ادبار کا زمانہ ہے بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا تھا فریق دیگر نے اسطرف
توجہ نہیں مبذول کی اور ایک جدید حکم اس حدیث سے مستنبط کر کے شائع کر دیا
اب شائع ہوئے پیچھے رجوع الی الحق مردان خدا کا کام ہے ہر شخص میں اُسکی
اہلیت نہیں ہے ع طعمہ ہر مرغکے انجیر نیست قصہ تو یہ بہت مختصر تھا لیکن
ہماری نزاع سے عنقریب بحر طویل بننا چاہتا ہے بلکہ بن چکا رسالے پر رسالے
بھی شائع ہو گئے جواب سے جواب الجواب تک نوبت پہنچ گئی اس موقع پر بظاہر
سکوت مناسب تھا اگر کتمان حق اور رسائل کے سوال کا رد گناہ کبیرہ نہ ہوتے
تو ہم ضرور سکوت اختیار کرتے لیکن جب ایسا نہیں ہے تو جواب نہ دینا جرم خداوندی
میں مبتلا ہونا ہے اور مختصر جواب کا یہ مطلب ہے کہ گویا جواب نہیں دیا اور مسئلہ کو

بدستور تاریکی میں رکھا لہذا مجبوراً تحریر کو وسعت دیجاوے گی تاکہ حق روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاوے اور جو حضرات طالب حق ہیں وہ جادۂ مستقیم پر قائم رہیں اور قیامت صغریٰ کے ہولناک اور مہیب آوازوں سے بچنے کیلئے یہ تحریر بہر کا کام دے دیگر سے ہم کو چنداں بحث نہیں۔

یوں تو اس مسئلہ کے متعلق دو چار فتوے اور بھی شائع ہوئے ہیں جنمیں یہ حکم لگایا گیا ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی خارج مسجد ہو لیکن اس میں جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے سب سے زائد حصہ لیا ہے اور انہیں کا فتوے سب سے بیشتر شائع ہوا ہے اسوجہ سے ہمارے اس جواب میں عموماً انہیں کی تحریرات پر تنقیدی نظر ہو گی۔

فاضل بریلوی اس مسئلہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازہ پر ہوتی تھی سنن ابو داؤد شریف میں ہے عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد و ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں اور کہیں منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو اگر اسکی اجازت ہوتی تو بیان جواز کیلئے کبھی یا حضور فرماتے۔ انتہی) اس کے

بعد فاضل بریلوی نے کتب فقہ کی اس عبارت لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ کے نقل کا سلسلہ قائم کر دیا ہے اور کامل دس کتابوں سے اس فقرہ کو نقل کیا ہے اور ان سب کا خاتمہ جناب مولانا عبدالحی نور اللہ مرقدہ کی اس عبارت پر کیا ہے کہ جو بَیْنَ یَدَیْہِ کی تفسیر میں واقع ہوئی ہے کہ اَیْ مُسْتَقْبِلَ الْاِمَامِ فِی الْمَسْجِدِ کَانَ اَوْ خَارِجَہٗ وَالْمَسْنُوْنُ ھُوَ الثَّانِیْ بس ہو گیا فاضل بریلوی کا استدلال ختم۔ لیکن ہم کو اس میں و نیز اُن کی دیگر تحریرات میں کلام ہے جسکو نمبروار لکھتے ہیں (۱) اس مقام میں گو فاضل بریلوی نے اجماع کے شکست دینے کا تہیہ کر لیا ہے مگر مسلمانوں کو اسکی سخت ضرورت ہے کہ اجماع کو ہاتھ سے نہ دیں اور اُسکی اہمیت کو سمجھیں ورنہ وہ جادۂ مستقیم سے بہت دور جا پڑینگے تمام اہل حق علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ احکام شرعیہ کا استنباط چار ادلّہ سے ہوتا ہے کِتَابُ اللہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اجماع امت مرحومہ قیاس مجتہدین ان میں کتاب اللہ کا مرتبہ سب سے بڑھکر تسلیم کیا گیا ہے نص قرآنی سے جو حکم ثابت ہو جاوے تو پھر دوسری طرف التفات نہیں کیا جاوے گا اسی وجہ سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اخبار احاد سے کِتَابُ اللہ پر زیادتی جائز نہیں رکھتے مثلاً نص قرآنی علی الاطلاق حکم دے رہی ہے اور خبر واحد اُسکو مقید کرتی ہے اس بارہ میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ ہم اُسکو مطلق مانیں گے وجہ یہ کہ نص قرآنی متواتر ہے اور خبر واحد کے راوی گو عادل وضابط ہی ہی اُس میں تواتر کا سا یقین نہیں پیدا ہو سکتا بناء علیہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ تواتر سے تو اطلاق سمجھا گیا اور ایک خبر گو فی نفسہ صحیح ہی لیکن نعمت تواتر سے محروم ہو وہ اُسکو مقید کرے تو اب اگر ہم خبر واحد پر

عمل کریں تو اُسکا صاف یہ مطلب ہے کہ برہان قوی چھوڑ کر دلیل ضعیف کا سہارا لیا جس پر غلطی کا احتمال قائم ہے اسکو کیطرح فطرت سلیمہ ایک لمحہ کیلئے بھی دائرہ جواز میں نہیں لاسکتی البتہ اگر حدیث بھی درجہ شہرت اور تواتر کو پہنچ چکی ہو تو اُسکی زیادتی امام صاحب تسلیم فرماتے ہیں اس حکم خاص میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مقلد ہیں مشہور واقعہ فاطمہ بنت قیس میں فاروق اعظم کا یہی فیصلہ تہا کہ لا ندع کتاب اللہ بقول امرأۃ صدقت ام کذبت ہم ایک عورت کے قول کے باعث کتاب اللہ کو نہیں چھوڑ سکتے کیا خبر وہ سچی ہے یا جھوٹی حالانکہ وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کر رہی تھی کیا اس واقعہ سے حضرت فاروق اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام قائم ہوسکتا ہے کہ انہوں نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف توجہ نہ کی حاشا وکلا۔ بات یہ تھی کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خود اس میں شبہ تہا کہ یہ حدیث رسول بھی ہے یا نہیں ورنہ حدیث رسول اللہ معلوم ہونیکے بعد اُس سے سر مو تجاوز نہ کرتے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی انہیں کے مقلد ہیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو گُر سکہایا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اُسکو بالرأس والعین قبول کر کے فقہ کی بنیاد اُس پر قائم کر دی جس سے ظاہر بیں یہ سمجھے کہ امام صاحب حدیث کا خلاف کر رہے ہیں اور یہ نہ سمجھے کہ خود بدولت قرآن کا خلاف کر رہے ہیں جس کا ایک ایک حرف بلکہ ایک ایک اعراب متواتر ہے۔ صاحبو دیکھئے آپنے تواتر کی شان تواتر اجماع کی ایک قسم ہے کسی کلام پر اجماع ہوگیا تواتر نام پایا کسی فعل پر اتفاق ہوگیا اجماع کہلایا۔ عقل کو اگر قیود مذہب سے

آزادی بھی دیدی جائے تو وہ اجماع تواتر کی پابند نظر آویگی لندن و کلکتہ کے
نہ دیکھنے والوں کو بھی ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ دیکھنے والوں کو غرض ایک
جماعت کے اتفاق سے ایک ایسی اذعانی حالت قلب پر فائض ہوتی ہے
کہ پھر اُس کا زائل ہونا قیامت ہوتا ہے خصوصًا امت مرحومہ کا اجماع جس کی
نسبت اللہ عز اسمہ کا ارشاد ہے کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَأمُرُونَ
بِالمَعرُوفِ وَتَنهَونَ عَنِ المُنکَرِ دیکھیے اللہ جلشانہ نے امت مرحومہ کی دو
اعلیٰ صفتیں بیان فرمائیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر اب یہ نہیں ہو سکتا کہ
معاذ اللہ فرمان الٰہی جھوٹا ہو اور نہ کوئی سچا مسلمان اس حکم سے سرتابی
کرکے یہ جرأت کر سکتا ہے کہ تمام امت مرحومہ کو بدعتی قرار دے اور اُسکی
ان دو پاکیزہ صفتوں کیطرف سے ایسی آنکھ بند کرے کہ شاید قیامت
ہی میں کھلے۔ اُن حضرات کو اس آیت پاک سے عبرت حاصل کرنا چاہیے
جنہوں نے اجماع امت مرحومہ کو بالائے طاق رکھکر اور اُسکے اتفاق سے
مرعوب نہو کے وہ بات سکھائی جس سے کسی عالم وجاہل کے کان اُس
سے پیشتر آشنا نہ تھے ونیز اللہ عز اسمہ کا ارشاد ہے وَمَن یُشَاقِقِ الرَّسُولَ
مِن بَعدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الہُدٰی وَیَتَّبِع غَیرَ سَبِیلِ المُؤمِنِینَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی
وَنُصلِہٖ جَہَنَّمَ دیکھیے اس آیۃ پاک میں سبیل مومنین کے انحراف پر کسقدر
سخت وعید وارد ہوئی ہے کہ انجام کار اُس کا دوزخ ہے فاضل بریلوی
اور اُن کے متبعین حضرات کو اس آیۃ کریمہ کے مضمون پر نہایت ٹھنڈے
دل سے غور کرنا چاہیے اور دفعۃً اجماع کی مخالفت پر کمربستہ نہ ہونا چاہیے

یہ ارشاد ربانی بھی ملاحظہ ہو وَکَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ دیکھئے اللہ جلشانہ امت مرحومہ کو کس عنایت بالغہ سے خطاب فرما رہا ہے کہ تم کو ہم نے امت وسط (عادل) بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے گواہ بنو۔ یہ کس غرض سے اسلئے کہ تمہاری شہادت قبول کی جاوے لیکن فاضل بریلوی امت مرحومہ کی شہادت نہیں قبول فرماتے وہ داخل مسجد جمعہ کی اذان ثانی ہی کی قائل ہے اور بالاتفاق یک زبان ہوکر اسکی شہادت دیتی ہے مگر فاضل بریلوی کی جناب میں کچھ سماعت نہیں ہوتی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَى الضَّلَالَةِ میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتی یہ کیسی صاف پیشین گوئی امت مرحومہ کے حق میں ہے لیکن اس زمانہ میں اس مبارک پیشین گوئی کے جھٹلانے کی فکریں ہورہی ہیں اس میں صرف اسقدر احتیاط برتی گئی کہ اجماع کے لفظ کو تعامل سے بدل دیا مطلب یہ کہ تعامل کے خلاف فتوی دیا جارہا ہے دکر اجماع کے خلاف لیکن تبدیل نام و تغیر اسم ہی سے اگر کام چل جاتا تو شراب خماروں کو مژدہ ہو کہ وہ بھی شراب کا نام شربت انگور رکھکر خوب دمادم جام شراب اڑائیں تمام عرب و عجم شرق و غرب ہند و چین فارس و روم میں اذان ثانی داخل مسجد ہوتی ہے اللہ اکبر ایسا بدیہی اور زبردست اجماع صرف فاضل بریلوی کے لفظ تعامل فرما دینے سے نیست و نابود ہوسکتا ہے ہرگز نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ جس امر کو مومنین بالاتفاق

یا اکثر اچھا خیال کریں وہ اللہ عز اسمہ کے نزدیک بھی اچھی ہے لیکن اس میں
بعض علماء زبان کو کلام ہے وہ فرماتے ہیں بلکہ بدعت ہے اور بدعت بھی
بدعت سیئہ۔ نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ارشاد ہے کہ۔
اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ نہ معلوم ایسی صریح
حدیث کے ہوتے ہوئے کیوں اس زمانہ کے بعض علماء نے ایکدم
تمام اسلامی دنیا کے تعامل واجماع کو فنا کرنیکا تہیہ کیا۔ پھر اگر انہیں بعض
کے مجرد قول وفتوےپر ایسے ایسے زبردست اجماع نیست ونابود ہو سکتے
ہیں تو پھر کسی اجماعی مسئلہ پر اطمینان باقی نہیں رہ سکتا عام مسلمانوں پر اس کا
نہایت برا اثر پڑے گا مبادا کہیں وہ خیال نہ کر بیٹھیں کہ نفس اذان وصلوٰۃ پر
جو اجماع ہے کہیں یہ بھی مصنوعی نہ ہو اور کسی زمانہ کی جدید تحقیق کی رو سے
یہ بھی کالعدم نہ ہو جاویں لیجئے ارادہ تو کیا تھا احیاء سنت کا اور ہو گیا یہ کہ
اب فرائض وواجبات کے بچنے کی بھی خیر نہیں ہے اس موقعہ پر کم از کم
اُسی حدیث پر غور کر لیا جاتا جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
نے حطیم کو خانہ کعبہ میں داخل کرنیکی خاطر خانہ کعبہ میں کسی قسم کا تصرف
نہ فرمایا اور حضرت عائشہ صدیقہ رض سے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری قوم جدید الاسلام
نہ ہوتی تو میں کعبہ کی صورت موجودہ کو منہدم کر کے حطیم کو کعبہ میں داخل کر لیتا
اس حدیث سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فساد عظیم کے فرو کرنیکے خاطر چھوٹا
موٹا فتنہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ تبویب بخاری بھی اسکی رہبری کر رہی
ہے بنا بریں علیہ فاضل بریلوی اور اُن کے ہم مشرب حضرات کو اگر اُس جدید مسئلہ

کی تحقیق بھی ہو گئی تھی تو فساد عظیم کا لحاظ کرتے ہوئے اُن کو سکوت اختیار کرنا چاہیے تھا۔ علاوہ ازیں جب نت بیٹھے بٹھائے ایک آدہ حدیث کو سرسری نظر سے دیکھکر اجماع مسلمین کو فنا کے گھاٹ اتارا جا سکتا ہے تو پھر اجماع کے متعلق جسقدر احادیث وارد ہوئی ہیں اُن کا محل کونسا ہوگا اور وہ کس دن ہمارے کام آدیں گی۔

(۲) **فاضل** بریلوی نے اس زبردست اجماع کو حضرت مجدد الف ثانی کی اس تحریر سے جو اُن کے مکتوبات میں ہے باطل کرنے کی کوشش کی ہے عالم در دریای بدعت غرق گشته است کرا مجال که باحیار سنت لب کشاید اکثر علمای این وقت بدعتهای بهن شده را تعامل دانسته بجواز بلکه باستحسان آنها فتوی امید هند ومی دانند که تعامل دلیل استحسان نیست تعاملی که معتبر است همانست که از صدر اول آمده است یا باجماع جمیع مردم حاصل گشته وشک نیست که علم به تعامل کافۂ انام وعمل جمیع قری وبلدان از حیطۂ بشر خارج است انتہی۔ یہ عبارت نقل کرکے تحریر فرماتے ہیں (مخالفین کے بڑے شبہے دو تھے ایک عام رواج۔ (سبحان اللہ اجماع کا نام عام رواج رکھا ہے) دوسرے یہ کہ اتنے اتنے بڑے علما و مشائخ گذرے کیا سنت کے خلاف کرتے تھے وہ کیا مسئلہ نہ جانتے تھے کیا عبارت سابقہ و عبارت حضرت مجدد صاحب نے پہلے شبہ کا کافی رد نہ فرما دیا کیا خاص عبارت حضرت مجدد نے دوسرے شبہ کا بنفس جلیل ازالہ نہ کر دیا کہ ایسی جگہ رواج دیکھ کر علماء کو تعامل کا

دہوکا ہوتا ہے اسلئے ساتھ دینے اور جائز بلکہ بہتر سمجھنے لگتے ہیں مطلب یہ کہ اجماع اور حسب سے زاور تعامل ورواج شئے دیگر۔ جمعہ کی اذان داخل مسجد پر رواج اور تعامل ہے نہ کہ اجماع۔ اجماع مسلم ہے لیکن تعامل ورواج غیر مسلم بس ہوگیا استناد ختم فاضل بریلوی نے اس پر غور نہیں فرمایا

کہ مجدد صاحب کی اس عبارت ہی سے کہ تعاملی کہ معتبر است ہمان است

کہ از صدر اول آمدہ است یا باجماع جمیع مردم حاصل گشتہ فاضل بریلوی کے استناد کو باطل کردیا اس وجہ سے کہ جمعہ کی اذان ثانی داخل مسجد صدر اول سے برابر یونہی چلی آرہی ہے نہ کہ کسی خاص زمانہ میں خاص شہر کے لوگوں نے اس کو ایجاد کیا ہے اگر ایسا ہوتا تو تاریخ اُس کا پتہ دیدیتی اور فاضل بریلوی اُسکی شہادت پیش کردیتے لیکن وہ ایسا نہ کرسکے اور نہ آیندہ وہ کوئی تاریخی ثبوت پیش کرسکتے ہیں چاہئیے تو یہ تہا کہ وہ تاریخی شہادت پیش کرتے لیکن وہ اُلٹا او رہم سے شہادت کا مطالبہ کررہے ہیں چلیئے ہم نے تسلیم کیا کہ یہ فعل صدر اول سے نہیں لیکن دوسری شق باجماع جمیع مردم میں داخل ہے اور اگر اس میں فاضل بریلوی کو شک ہو تو بسم اللہ وہ آویں اور ہمارے ساتھ دنیا کا سفر کریں خدا نے چاہا تو اپنی ایجاد کردہ صورت کہیں اسلامی دنیا میں نہ پاویں گے خصوصًا مساجد احناف میں فاضل بریلوی نے مجدد صاحب کی پچھلی عبارت سے

دہوکا کہایا کہ شک نیست کہ علم بہ تعامل کافۂ انام وعمل جمیع قری وبلدان از حیطۂ بشر خارج است اور یہ نہ سمجھے کہ اس زمانہ میں یہ کوئی مشکل بات نہیں

ہے۔ ریل و تار و جہازات دخانی کے ظہور نے تمام مشکلات کا خاتمہ
کر دیا ہے لمحہ لمحہ میں دنیا بھر کے حالات معلوم ہو رہے ہیں روم و روس
میں واقعات ہو رہے ہیں اور آسام و سیام و برہما و چین والے اُسی
دن اُن واقعات پر خبردار ہو کر اپنے اخبارات میں شائع کر رہے
ہیں اطلاع احوال کیلئے اس زمانہ میں سفر کی بھی چنداں ضرورت
نہیں ہے گھر بیٹھے دنیا بھر کے حالات پر مختلف ذرائع سے اطلاع ہو جاتی
ہے۔ پھر لطف یہ کہ ہر ملک کے لوگ ہر ملک میں اس کثرت سے بستے اور
آمد و رفت رکھتے ہیں کہ اُن سب کی خبریں تواتر کی حد تک پہنچ جاتی ہیں
اُن میں سے کسی صاحب نے یہ نہیں کہا کہ ہمارے ملک میں خارج مسجد
اذان ثانی ہوتی ہے بلکہ سب کا بالاتفاق یہی بیان ہے کہ جس طرح
سرزمین ہند کا عملدرآمد ہے ہمارے یہاں بھی یہی تعامل ہے۔ حکماء کو بڑا
الزام متکلمین نے یہ دیا ہے کہ وہ قِیَاسُ الغَائِبِ عَلَی الشَّاهِدِ
کے عادی ہیں جسکی نظیر یہ ہے کہ حکماء نے جب دیکھا کہ تمام دنیا کا کارخانہ
مادہ سے چل رہا ہے رنگ برنگی صورتیں اُس پر فائض ہو کر فنا بھی
ہو جاتی ہیں لیکن ہر صورت میں مادہ کی جلوہ گری ہے کٹی میں بھی وہی
مادہ تھا۔ کٹی سے کاغذ بنا کاغذ جلکر راکھ کا ڈھیر ہو گیا راکھ رل ملکر مٹی
بن گئی صورتوں کے تغیر کا سلسلہ برابر قائم ہے لیکن مادہ ویسا ہی
جوں کا توں موجود ہے بس اسکو دیکھکر حکماء نے قیاس جما دیا کہ مادہ
قدیم ہے اور حادث اُسکی صورتیں ہیں۔ جہلائے طبقۂ ہند نے تو مادہ کو

واجب الوجود ہی تسلیم کرلیا اس پر متکلمین نے حکما کو یہ الزام دیا کہ تم کو نر
کے کیسے تھ ہو جو تم نے اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتے دیکھا ازل کو بھی
اُس پر قیاس کرلیا آج جو واقعات ہیں یقیناً کل وہ نہ تھے پھر یہ نری حماقت نہیں
ہے کہ واقعات لایزالی کا وجود ازل میں تسلیم کیا جاتا ہے اس بحث کی اگر
تفصیل مدنظر ہو تو مرجع انام حقائق آگاہ حضرت مولانا مولوی حاجی محمد انوار اللہ
صاحب دامت برکاتہ کے مشہور رسالہ مقاصد الاسلام کے حصۂ سوم میں دیکھو
الغرض حکما پر تو یہ الزام تھا کہ انہوں نے قِیَاسُ الْغَائِبِ عَلَی الشَّاھِدِ
کیا ہے لیکن فاضل بریلوی قِیَاسُ الشَّاھِدِ عَلَی الْغَائِبِ کر رہے ہیں یعنی
جیسے پہلے ریل تار نہ ہونے کی وجہ سے اطلاع احوال دشوار بلکہ قریب
قریب محال تھی اسی طرح ان اشیا کے ظاہر و حادث ہونیکے بعد بھی
محال رہنا چاہئے اور اس پر دلیل یہ کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے
زمانہ میں اسکو محال بتایا ہے۔

(۳) **فاضل** بریلوی ہمیشہ فتاوائے حرمین شریفین کے سامنے سر تسلیم
خم کرتے رہے مشہور فتوائے حسام الحرمین سے طائفہ دیوبندیہ کو کفر کے
گھاٹ اُتار دیا لیکن جب وہی مدنی فتوی فاضل بریلوی کے خلاف نمودار ہوا
تو لگے تاویلیں کرنے چنانچہ اپنے رسالہ (مسئلہ اذان کا حق نما فیصلہ) کے

سرورق پر تحریر فرماتے ہیں حرمین شریفین کا فتوی عقائد و متعلقات عقائد میں
لیا جاتا ہے اذان نماز روزہ وغیرہ محض فقہی مسئلوں میں صرف کتاب معتبر
ہے ورنہ مذہب حنفی بالکل رد ہو جاوے گا خود امام اعظم رح و امام محمد رح

ہے اُسکے روشن ثبوت تا آخر۔ دوسروں پر تو حسام الحرمین سے خوب وار کیا لیکن وہی وار جب خود اُن پر ہونے لگا تو اب وار بچانے کی فکر میں ہوئے مگر ہم کو یہ وار خالی جاتا نظر نہیں آتا وجہ یہ کہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کی یہ شان تھی کہ اہل حجاز کے بالمقابل صاحب رائے تسلیم کئے جاویں چنانچہ اس پر بھی اجماع ہو گیا اور مذہب حنفی نے تمام دنیا پر اپنا سکہ بٹھا لیا اور وہ فروغ پایا کہ نصف نہار کے آفتاب کو نصیب نہیں۔ کلام اب اس میں ہے کہ علماء احناف حرمین کا اگر دیگر علماء احناف سے کسی مسئلہ میں نزاع ہو جاوے تو کسکو ترجیح دی جاوے گی۔ ظاہر ہے کہ ظن غالب اسی طرف ہوگا کہ علماء حرمین کا قول مرجح ہے خواہ باب عقائد میں ہو یا اعمال میں امام مالکؒ نے تو تعامل و اجماع اہل مدینہ کو حجت شرعی کے درجہ تک پہنچا دیا ہے تلویح میں ہے۔

وَالْبَعْضُ خَصَّصُوا الْاِجْمَاعَ بِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ الْمَدِيْنَةَ طَيِّبَةٌ تَنْفِي خُبْثَهَا وَاِنَّ الْخَطَاءَ خُبْثٌ جبکہ خطا خبث ہوئی تو وہ ہر حالت میں خبث ہوگی خواہ عقائد میں ظہور کرے یا اعمال میں امام مالکؒ کے سوا دیگر حضرات ائمہ گو تعامل اہل مدینہ کو حجت شرعی تو نہیں قرار دیتے حتیٰ کہ حدیث صحیح کے مقابلہ میں تعامل کے طرف متوجہ نہیں ہوتے لیکن تعامل اہل مدینہ کو ایک خاص نگاہ وقعت سے ضرور دیکھتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ کوئی حدیث صحیح تعامل اہل مدینہ کے خلاف نہیں پائی گئی اب اگر اہل مصر کا تعامل اہل مدینہ کے تعامل کے خلاف ہے تو سب تعامل اہل مدینہ کو مقدم و مرجح مانینگے یہ صورت تعامل تھی اور جبکہ ایک مسئلہ پر اہل مدینہ و تمام دنیا کا اجماع ہو جیسا

کہ معاملہ اذان ثانی میں ہے اس صورت میں فاضل بریلوی کو کونسا حق حاصل ہے کہ مسلمانوں کو مدینۂ طیبہ کے علماء کے استناد سے روکیں خصوصاً جو کہ حنفی بھی ہیں۔ ایک عالم حنفی ہندی دوسرا عالم حنفی مدنی کا قول اپنی تائید میں پیش کر رہا ہے فاضل بریلوی اسکے مقابلہ میں فرماتے ہیں کہ امام اعظم رح نے امام مالک رح کا اتباع نہیں کیا لہذا یہ استناد باطل ہے اب کوئی بتائے کہ ان دونوں صورتوں میں کیا مناسبت ہے۔ فاضل بریلوی اس موقع پر اتنا ضرور رکھ سکتے ہیں کہ حدیث کے مقابلہ میں تعامل اہل مدینہ رد کردیا جاویگا مگر حضرت یہ تو اجماع عالم ہے یہ کیسے رد ہو جاوے گا دوسرے یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اگر صحیح بھی ہے تو خبر واحد ہے جو ظنی ہے اور اس وجہ سے اجماع قطعی کا مقابلہ نہیں کر سکتی تیسری یہ کہ اس حدیث میں کئی احتمال ہیں بعض احتمالات پر ہم کو مفید اور فاضل بریلوی پر حجت ہے ان سب کی تفصیل ہم آیندہ نمبروں کیلئے اٹھا رکھتے ہیں۔

(۴) حدیث سے استناد کرنا درحقیقت مجتہد کا کام ہے مقلد کی یہ شان نہیں ہے کہ کسی حدیث سے تمسک کرکے کوئی حکم مستنبط کرے۔ امام ترمذی رح نے کتاب العلل میں لکھا ہے کہ اس کتاب میں جسقدر احادیث ہیں وہ کسی نہ کسی امام کی معمول بہ ضرور ہیں سوائے دو حدیثوں کے کہ ان میں کی یہ حدیث ابن عباس سے ہے اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِالْمَدِيْنَةِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا سَفَرٍ وَلَا مَطَرٍ۔ اب فرمائیے یہ حدیث تو صحیح ہے یا کم از کم حسن ہے لیکن معمول بہ نہیں ہے

اس سے مقلدین کو عبرت حاصل کرنا چاہیئے کہ مجرد حدیث صحیح یا حسن کے دیکھتے ہی وہ جامہ سے باہر نہ ہوں کیوں کہ مقلد کی نظر نہایت محدود ہوتی ہے اُس کو اپنی کم نظری کی وجہ سے یہ خیال نہ کر بیٹھنا چاہیئے کہ اس پر کیوں نہیں عمل کیا جاتا یا اُسکے امام نے کیوں نہیں اسکو معمول بہ قرار دیا بناءً علیہ مخالفت پر آمادہ ہو جاوے وجہ یہ کہ جب اس کا علم محدود ہے اور نظر قاصر تو ممکن ہے کہ کوئی حدیث اُسکی معارض ہو اور وہ صحت میں اس سے بڑھی ہوئی ہو جس کا علم اُسکو نہیں ہے اور امام کی وسیع نظر میں ہے تقلید کا درحقیقت یہی منشاء ہے جنہوں نے قلادۂ تقلید گردن سے اُتار دیا ہے وہ ہمیشہ غوطے کہاتے رہتے ہیں غیر اہم بات کو اہمیت کا جامہ پہنا دیتے ہیں اور اہم کو پس پشت ڈال دیتے ہیں حلال کی تحریم اور حرام کی تحلیل اُن کا شیوہ ہے ہم کو یہاں اُن حضرات سے بحث نہیں اور نہ اُن کی بے سروپا حرکات اور رنت نئی اجتہادوں سے تعجب ہے اگر تعجب ہے تو جناب فاضل بریلوی سے کہ انہوں نے باوصف سنی المذہب وصوفی المشرب حنفی ہونیکے کیوں کر اُن کی روش اختیار کی ان کو چاہیئے تھا کہ روایات نقہیہ سے استناد کرتے سو کوئی فقہی روایت بجز اس جملہ کہ لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ کے ان کو دستیاب نہیں ہوئی جو اُن کے دعوے سے کوسوں دور ہے یہ خیال سفر با یا کہ نماز پنجگانہ کی اذان کا یہ حکم ہے جو ابہی روز روشن کی طرح انشاءاللہ تعالی ظاہر ہونے والا ہے۔ ان کے اس فقہی استدلال سے یہ بہی معلوم ہوا کہ کوئی فقہی روایت اس بارہ میں ان کو نہیں ملی اور نہ

کیوں کہ جب کہ کتب فقہیہ میں اُس کا نام و نشان تک نہیں ہے۔

(۵) **فاضل** بریلوی نے جدید تحقیق کی رو سے جمعہ کی اذان ثانی خارج مسجد ہونے کا فتوےٰ تو دے دیا لیکن حدیث اتبعوا السواد الاعظم فمن شذ شذ فی النار اُن کیلئے باعث اضطراب تھی اُس سے نجات حاصل کرنیکے لئے رسالہ وقایۃ السنہ میں اُس عبارت کے لکھنے کی ضرورت ہوئی چنانچہ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث دربارہ عقائد ہے یا فروع محضہ فقہیہ میں بھی کون امام مجتہد ہے جسے بعض مسائل میں تفرد نہ ہوا امام اعظم نے مدت رضاعت ڈہائی برس مانی امام مالک رح سؤر الکلب کو طاہر و مباح فرمایا امام شافعی رح نے متروک التسمیہ عمداً کو حلال بتایا امام احمد رح نے لحم جزور کو ناقض وضو ٹہیرایا کیا جمہور ان مسائل میں خلاف پر نہیں کیا معاذ اللہ یہاں من شذ شذ کا محل ہے ۔ کیا مقلدین ائمہ پر فرض ہے کہ اپنے اماموں کے مسائل خلاف جمہور ترک کر دیں انتہی۔

مطلب یہ کہ ائمہ اربعہ نے بعض مسائل میں تفرد کیا ہے تو اسی طرح ہم کو بھی حق حاصل ہے کہ کسی مسئلہ میں متفرد بنیں لیکن اُن کو اس شعر کے مضمون پر لحاظ رکھنا چاہیے ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ٭ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

جمہور کے خلاف اور اجماع کے خلاف میں زمین و آسمان کا فرق ہے یہ ائمہ اربعہ کی شان تہی کہ جس مسئلہ میں اُن کی شرکت نہ ہو گو وہ جمہور کا قول سہی اجماع منعقد نہیں ہو سکتا اُن کا تفرد اس امر کی دلیل ہے کہ

سے اجماع ہی نہیں کیونکہ اُن کے تفرد کا یہ مطلب ہے کہ اُن کے لاکھوں متبعین اُس جماعت سے علیحدہ ہو گئے اور ممکن ہے کہ اصل جماعت سے متبعین کا عدد بڑھ جاوے جب یہ ہے تو کہاں حدیث اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَم کی مخالفت ہوئی اب کہ مجتہدین کا دور ختم ہو گیا ہے اس زمانہ میں کسی کی مجال نہیں کہ کسی مسئلہ میں متفرد بنے۔ فرض کیجئے کہ فروع محضۂ فقہیہ میں مخالفت اجماع جائز ہے اور حدیث اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَم سے مستثنٰی ہے لیکن یہ استثنا مجتہدین کیلئے ہے نہ کہ مقلدین کیواسطے۔ اور اگر سب کو فروع محضۂ فقہیہ میں تفرد کا حق حاصل ہے خواہ مجتہد ہو یا غیر مجتہد تو پھر غیر مقلدین نے کیا قصور کیا ہے جن پر آئے دن یہ لے دے کی جاتی ہے کہ تم حدیث اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَم کا خلاف کر رہے ہو۔ اب تو وہ صاف جواب دیدینگے کہ ہم تو بعض مسائل فقہیہ میں متفرد ہیں اور اُس کا ہم کو حق حاصل ہے باقی مسائل اجتہادیہ میں ہم ائمہ کے ساتھ ہیں اور اُن کی تقلید کرتے ہیں۔ یہاں فاضل بریلوی کو اس قدر ضرور عذر ہوگا کہ وہ عقائد میں بھی تو خلاف ہیں۔ مگر اس کا جواب سہل ہے ہم ایسے فرقہ کی نسبت اُن سے فتویٰ طلب کرتے ہیں جو اہل سنت والجماعت کے ہم عقیدہ ہے لیکن اعمال میں وہ فرقہ کسی امام کا پابند نہیں ہے اور یہ کہتا ہے کہ معاملات میں ہم امام ابو حنیفہ رح کے مقلد ہیں صرف عبادات کے چند مسائل میں ہم کو تفرد ہو گیا ہے جس کا شرعی حق ہم کو حاصل ہے۔ اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ فاضل بریلوی اس فرقہ

کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں اگر ان کو اہل حق بلاتے ہیں تو حضرات مقلدین
کو اپنی تقلید سے آیندہ معافی دیں۔ اور اگر وہ اہل حق سے نہیں گردانتے
تو اب وہ کونسی دلیل فاضل بریلوی کے پاس رہگئی ہے جس سے اُنکو
الزام دے سکیں۔ الغرض اس جدید تحقیق کی رو سے نئی فتنہ کا دروازہ
کھل گیا۔ فاضل بریلوی نے اس عذر بارد سے اس کا بھی پتہ چلا کہ وہ
اپنے کو مخالف جمہور سمجھے ہوئے ہیں اور جانتے ہیں کہ جمہور میرے
خلاف ہیں اب اگر کہیں وہ یہ دعوے کریں کہ میں نے جمہور کے
خلاف نہیں کیا ہے تو وہ نا مسموع ہوگا یہ مقام ناظرین خصوصیت سے
یاد رکھیں۔

(۶) جس قدر زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری ہوتی جاتی ہے
برابر اس علم میں کمی آرہی ہے جو مشکوٰۃ نبوت سے حاصل ہوا ہے
اسکے متعلق مرجع انام حقائق آگاہ حضرت مولانا مولوی محمد انوار اللہ صاحب
دامت برکاتہ نے حقیقۃ الفقہ میں نہایت بسوط بحث لکھی ہے جس
میں یہ بتایا ہے کہ حضرت امام احمد ابن حنبلؒ فرماتے تھے کہ مجھکو ساڑھے
ساتھ لاکھ صحیح حدیثیں یاد ہیں امام احمد آٹھویں طبقہ میں ہیں اور امام بخاری
نویں طبقہ میں صرف ایک طبقہ کے فرق سے اسقدر باہمی دونوں
بزرگواروں کے علم میں تفاوت ہوا کہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھکو
ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد ہیں ع ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔
صرف ایک طبقہ کے فرق سے ساڑھے چھ لاکھ صحیح حدیثیں دنیا سے

اُٹھ گئیں۔ اب یہاں سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علم کا اندازہ کیجئے کیوں کہ وہ
پانچویں طبقہ میں تھے کس قدر کثرت سے احادیث صحیحہ اُن کو یاد ہونا چاہئے
پھر لطف یہ کہ کثرت سے اساتذہ کی سوانح عمریاں یاد کرنے اور سلسلۂ اسناد
ضبط کرنے میں جو وقت امام بخاری و دیگر محدثین کا صرف ہوتا تھا اُس سے
امام صاحب کو فراغت حاصل تھی کیوں کہ امام صاحب کے استاذ یا صحابی تھے
یا تابعی۔ اپنے استاذ کا ہر شخص کو پورا علم ہوتا ہے۔ اب رہے اُستاذ الاستاذ
تو وہ صحابی ہیں جن کے احوال کے تفتیش کی چنداں ضرورت نہیں کہ۔
اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُولٌ جو وقت دیگر محدثین کا احوال کے ضبط میں صرف
ہوتا تھا قدرتی طور سے امام صاحب کو اُس سے فراغت تھی اُسکے مقابلہ میں
جو وقت امام صاحب کو میسر تھا وہ بھی ضبط احادیث میں صرف ہوتا تھا اب اندازہ
کیجئے کہ امام صاحب کا علم امام بخاری سے مثلاً کس قدر بڑھا ہوا ہونا چاہئے
اسوقت ہمارے پیش نظر صحیح بخاری ہے اُس میں سات ہزار کئی سو حدیثیں
ہیں پوری لاکھ صحیح حدیثیں جو امام بخاری کو یاد تھیں اُس میں تو نہیں ہیں پھر وہ
کیا ہوئیں یہی جواب ہوگا کہ تلف ہوگئیں امام احمد بن حنبل کی چھ لاکھ صحیح حدیثوں
کا مرثیہ جدا رہا۔ پھر امام صاحب کی محفوظ کئی لاکھ احادیث ہونا چاہئے جن سے
انہوں نے احکام کثیرہ استنباط کئے۔ یہ سب احادیث اسوقت اگر موجود ہوتیں
تو یقین ہے کہ ایک ایک مسئلہ فقہی کئی کئی احادیث سے ثابت کیا جاتا اور تمام
مسائل کے دلائل سب کو واضح ہو جاتے لیکن احادیث تلف ہوگئیں اب
سوائے اسکے چارہ نہیں ہے کہ جو ائمہ نے احکام مستنبط کر دئے ہیں اُن کو

دل وجان سے قبول کرکے ادہر اُدہر نظر نہ دوڑائی جاوے اور اگر کوئی حدیث ظاہر میں کسی مسئلہ فقہی کے خلاف مل جاوے تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اس فقہی مسئلہ پر ضرور کوئی نہ کوئی دلیل ہے جس سے ہم کو بیخبری ہے اور ہمارے امام کو واقفیت تھی یہ ہیں معنی سچی تقلید کے اور اگر کوئی مقلد استنباط کے درپے ہوجاوے تو پہر فرمائے اس میں اور غیر مقلد میں کیا فرق رہا اس امر کا فاضل بریلوی اور اُن کے اتباع کو بھی لحاظ رکھنا چاہیئے کہ وہ سلسلہ استنباط کو ایک لخت بند کردیں اور اپنی قدیم روش کو ہاتھ سے نہ دیں ورنہ آج تو یہ مسئلہ استنباط ہوا ہے کل دوسرے کی نوبت آوے گی پہر زور پکڑنے کے بعد یہ دریا کی طغیانی کسیکے بس کی نہ رہیگی ؎

مراد ما نصیحت بود وگفتیم حوالت باخدا کردیم ورفتیم

(۷) فاضل بریلوی نے **اجماع** کو ناپید کرنے کی ایک اور تدبیر بتائی ہے چنانچہ اپنے رسالہ فیصلہ حق نما میں تحریر فرماتے ہیں نیز رد المحتار اور رفتاوے غیاثیہ اواخر کتاب الاجارہ میں سید امام شہید رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہے اِنَّمَا یَدُلُّ عَلَی الْجَوَازِ مَا یَکُوْنُ عَلَی الْاِسْتِمْرَارِ مِنَ الصَّدْرِ الْاَوَّلِ فَاِذَا لَمْ یَکُنْ کَذَالِکَ لَا یَکُوْنُ فِعْلُهُمْ حُجَّةً اِلَّا اِذَا کَانَ مِنَ النَّاسِ کَافَّةً فِی الْبُلْدَانِ کُلِّهَا اَلَا تَرٰی اَنَّهُمْ لَوْ تَعَامَلُوْا عَلٰی بَیْعِ الْخَمْرِ اَوْ عَلَی الرِّبٰوا لَا یُفْتٰی بِالْحِلِّ اس عبارت سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ نفس تعامل کوئی چیز نہیں تاوقتیکہ صدر اول سے نہ ہو دیکھو اگر بیع خمر اور ربا پر تعامل کرینگے تو اُسکے جواز کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا لیکن ہم فاضل بریلوی کی جناب میں

یہ عرض کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس مسئلہ متنازع فیہا میں تعامل صدر اول سے ہے اگر کسی زمانۂ وسط میں حادث ہوتا تو اُسکے آغاز کی تاریخ کا کسی کتاب سے پتہ چلتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ فقہ و تاریخ کی کتابیں اس سے ساکت ہیں اور اسی وجہ سے فاضل بریلوی باوصف وسعتِ نظر اُس پر مطلع نہ ہو سکے مسئلہ متنازع فیہا میں ہم توارث کے مدعی ہیں اور تعامل موجود اُس پر حجت ہے جو ہم رتبہ دلیل استصحاب کے ہے جسکو فقہاء نے عموماً معتبر مانا ہے فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ حادث ہے تو اب اُسکے ثبوت کا بار اُن پر ہے نہ کہ ہم پر لیکن وہ برابر ہم سے ثبوت طلب کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر صدر اول سے اُس کا وجود ہے تو کوئی کتابی سند پیش کرو - وہ اطمینان رکھیں ہم کتابی ثبوت بھی آئندہ نمبر میں پیش کر دینگے لیکن نہ پیش کرنیکی صورت میں بھی ہم پر کوئی الزام نہیں ہے البتہ مورد الزام فاضل بریلوی ہیں کہ جو اُس کے حدوث کا دعوی کر کے بھی تاریخ حدوث نہ پیش کر سکے علاوہ ازین اس پر تو تمام اہل سنت والجماعۃ خصوصًا احناف کا اجماع ہے اور یہ صورت الا اذا کان من الناس کافۃ فی البلدان کلہا میں داخل ہے کیوں کہ کوئی شہر ایسا نہ ملے گا جہاں جمعہ کی اذان خارج مسجد ہوتی ہو لیجئے ان ہر دو کتاب سے بھی ہمارا دعوی پایۂ ثبوت کو پہنچگیا فللہ الحمد - نظر غور سے دیکھو تو اس مقام میں حق پر پردہ ڈالنے کی سعی بلیغ کی گئی ہے کیوں کہ علامہ شامی و سید امام شہید نے نص قطعی کے خلاف میں تعامل کو ساقط عن الاعتبار قرار دیا ہے یہ بات بالکل صحیح ہے نص قطعی کے بالمقابل تعامل کوئی

چیز نہیں یہ صورت مسئلہ متنازع فیہا میں نہیں ہے ایسا کون ہے جو ربا اور بیع خمر
کی طرح اذان عند المنبر کو قرار دے فاضل بریلوی بھی بایں ہمہ تخالف
کراہت سے قدم آگے نہ بڑھا سکے پھر نہ معلوم کیوں ایک کو دوسرے پر قیاس
کرنے کی جرأت کیگئی یہ واضح رہے کہ نص قطعی کے خلاف جیسا کہ تعامل
ساقط عن الاعتبار ہے اسی طرح نص قطعی کے خلاف میں اجماع بھی غیر معتبر
ہے لیکن مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی سے معلوم ہو چکا ہے
کہ کبھی نص قطعی کے خلاف امت مرحومہ اجماع نہ کرے گی جیسا کہ ۔
لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ سے ظاہر ہے اب اگر ہردو علامہ کی مراد
تعامل سے رواج ہے تب تو جواب بہت سہل ہے کیوں کہ رواج اور
معمولی تعامل یقیناً نص کے خلاف کوئی درجہ اعتبار کا نہیں رکھتے
اور اگر اجماع مقصود ہے تو بھی صحیح ہے لیکن اس صورت میں یہ قضیہ
شرطیہ ہوگا جس کا مقدم حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محال ہے
جیسا کہ اِنْ کَانَ زَیْدٌ حِمَارًا کَانَ نَاھِقًا میں ہے جس کی صدہا نظیریں
محاورات میں ملیں گی ۔ بہر حال اجماع اب بھی قطعی رہا اور مسئلہ متنازع فیہا
میں یقیناً اجماع ہے نہ کہ معمولی تعامل اور جہاں اجماع ہوگا وہ موافق نص
قطعی قطعی ہوگا ۔ لیجئے مضمون حدیث رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اور ہردو علامہ کے قول بجائے خود صحیح رہے اور فاضل بریلوی اپنی
مدعا میں ناکامیاب فَجَاءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا
(۸) جس روایت سے فاضل بریلوی سند لائے ہیں وہ اگر درجہ صحت کو

بھی پہنچی ہوئی ہوتی تو بھی اجماع و توارث کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی نہ کہ حدیث
حسن جسکے وہ خود قائل ہیں انہوں نے اپنی رسالہ وقایۃ السنتہ میں جابجا
اس کی تصریح کی ہے چنانچہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں اس کا حاصل کمال
اتفاق میں نوع قصور ہے اور اس قسم کے رواۃ جمیع دواوین اسلام و
صحاح و صحیحین میں ہیں اسی بناء پر ایسوں کی حدیث صحیح سے حسن کے مرتبہ میں
آئی انتہی۔ اور اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں الحمد للہ آفتاب سے
زیادہ روشن ہو گیا کہ محمد ابن اسحق ثقہ ہیں اور دروازہ مسجد پر اذان جمعہ
کی حدیث صحیح انتہی۔ یہاں اس حدیث کو صحیح کہدیا مانا کہ صحیح ہی سہی لیکن نہ تو
اجماع کا مقابلہ کر سکتی ہے اور نہ فاضل بریلوی کو اس سے کسی حکم کے استنباط
کا حق حاصل ہے امر اول اظہر من الشمس ہے امر ثانی کے متعلق مرجع انام
حقائق آگاہ حضرت مولانا مولوی محمد انوار اللہ صاحب دامت برکاتہ نے
اپنی مشہور کتاب حقیقۃ الفقہ میں تحریر فرمایا ہے کہ کسی حدیث سے استنباط
حکم کا منصب اسکو حاصل ہو سکتا ہے کہ اس استنباط سے اس پر کیفیت
اطمینانی فائض ہو جاوے اور اطمینان کے لئے تمام آیات اور
تمام احادیث اور تمام اقوال صحابہ جن کا تعلق اس مسئلہ سے ہے اُن
سب کے پیش نظر ہونے کی ضرورت ہے جیسا کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب
نے انصاف میں لکھا ہے وثانیھما ان یجمع الاحادیث والآثار فیحصل
الحکم منھا بسند بما خذ الفقہ ویجمع مختلفھا اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
کے قول سے معلوم ہو چکا ہے کہ صحیح صحیح احادیث و آثار کا بہت بڑا ذخیرہ

تلف ہو گیا ہے جس کی کسی قدر تشریح اوپر گذر چکی ہے یہ چند موجودہ حدیثیں
اُن لاکھوں تلف شدہ کے قائم مقام کیوں کر ہو سکتی ہیں پھر احادیث میں
قابل اعتماد وہ حدیثیں ہوتی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری قول
یا فعل ہوں چنانچہ صحیح بخاری میں ہے قال الزہری انما یوخذ من امر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الآخر فالآخر جب لاکھوں حدیثیں تلف
ہو گئیں تو اُن احادیث و آثار کا جو آخری قول یا فعل ہونے کی وجہ سے
ناسخ ہیں تلف ہو جانا بالکل قرین قیاس ہے ہاں اگر اصحاب صحاح ستہ
یہ تصریح کر دیتے کہ کل صحیح حدیثیں ہمیں پہنچ گئی ہیں مگر کسی مصلحت سے
ہم نے بیکار حدیثوں کو ترک کر دیا اور کام کام کی حدیثیں صحاح میں لکھ
دیں تو اُن کے اعتماد پر یہ کہنا ممکن تھا کہ تلف شدہ حدیثوں کو دین کے
معاملہ میں کوئی دخل نہ تھا لیکن آج تک کسی محدث نے یہ دعویٰ نہیں کیا
پھر ہم کیوں کر اطمینان کر لیں کہ جو احادیث تلف ہوئی ہیں اُن میں کوئی پچھلی
و ناسخ حدیث نہیں ہے اور نہ یہ اطمینان ہے کہ محدثین نے جن احادیث
کا اخراج کیا ہے اُن میں کوئی منسوخ نہیں۔ دیکھئے صحیح بخاری میں یہ حدیث
موجود ہے قال ابو الدرداء کیف کان عبد اللہ یقرء واللیل اذا یغشیٰ
قال والذکر والانثیٰ فقال ابو الدرداء ما زال ہؤلاء حتی کادوا
یشککونی وقد سمعتہا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھئے اگر
بخاری شریف میں کل روایتیں واجب العمل ہوتیں تو سورہ واللیل میں
کوئی نہیں تو اہل حدیث تو ضرور والذکر والانثیٰ پڑھتے حالانکہ وہ بھی یقیناً

نہیں پڑھتے ہیں اب بتائے ایسی حدیثیں ہوتے ہوئے اس آخری دور کے
عالموں کو کس طرح نفس حدیث سے اطمینانی کیفیت پیدا ہوسکتی ہے البتہ
اطمینان قلبی ایک طور سے پیدا ہوسکتا ہے وہ یہ کہ احادیث کا انحصار انہیں
موجودہ احادیث میں سمجھ لیا جاوے اور باقی لاکھوں صحیح حدیثیں کان لم یکن
فرض کرلی جاویں اور یہ خیال باندھ لیا جاوے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے وہ ارشاد ہی نفرمائیں مگر یہ تصور خلاف واقع ہے اور جو اجتہاد اُس
خلاف واقع تصور پر متفرع ہوگا وہ بھی خلاف واقع اور باطل ہوگا۔ بہرحال
اس پچھلے دور میں کسی کو یہ زیبا نہیں ہے کہ مجرد حدیث سے کوئی حکم استنباط
کرسکے اسوجہ سے ہم کو سخت تعجب ہے اور تعجب کے ساتھ افسوس بھی کہ
فاضل بریلوی جیسے سنی حنفی شخص نے وہ روش کیوں اختیار کی جس
سے ہمیشہ دوسروں کو منع کرتے رہے اب جو فاضل بریلوی نے
وقایۃ اہل السنۃ میں تمام زور اُس حدیث کی تصحیح میں صرف کیا ہے
اور کامل (۳۶) صفحہ اسی رنگ میں رنگ کر راوی حدیث محمد ابن اسحٰق
کی توثیق کی ہے اُس سے کچھ حاصل نہ ہوا۔ بہرکیف حدیث خواہ صحیح
ہو یا ضعیف اُس سے استدلال نہ تو اُن کا منصب ہے اور نہ آئندہ اُن کو
سنی حنفی ہونے کی وجہ سے اُس پر مصر ہونا چاہیے ورنہ سب سے بڑھ کر
اُن کو الزام دینے والی خود ان کی کتابیں اور ان کی تصانیف ہوں گی
(۹) جس حدیث سے فاضل بریلوی نے استنباط کیا ہے اُسکو ہم یہاں
مع سند کے نقل کرتے ہیں یہ حدیث سنن ابوداؤد میں اس طرح ہے

حدثنا النفیلی ثنا محمد بن سلمۃ عن محمد بن اسحٰق عن الزہری عن السائب

بن یزید قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر و عمر

اس حدیث میں علی باب المسجد وارد ہوا ہے۔ اسی لفظ نے فاضل بریلوی

کو استنباط پر آمادہ کیا لیکن انہیں سائب ابن یزید سے بطریق دیگر بجائے لفظ

علی باب المسجد کے علی المسجد وارد ہوا ہے جیسا کہ عینی شرح صحیح بخاری

میں ہے عن السائب بن یزید کان اذا جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم علی المنبر اذن علی المسجد مسجد پر اذان بالائے بام ہو یا اسکے اندر دونوں

کا حکم ایک ہے لیجئے اس سے اذان داخل مسجد ثابت ہوئی صرف محمد بن اسحٰق

اس زیادتی میں منفرد ہیں اُن کے سوا کسی نے یہ زیادتی نہیں نقل کی

صحیحین میں بھی انہیں سائب ابن یزید سے روایت ہے اور اسی پر صرف

اکتفا ہے کہ بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر اب

اگر محمد ابن اسحٰق ثقہ حجۃ ہیں تب تو اُن کی زیادتی مقبول ہوگی ورنہ رد کردی جائیگی

اور اس حدیث سے استدلال باطل ہو جاوے گا ناظرین کی سہولیت کیلئے

ہم ایک نقشہ قائم کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جاوے گا کہ ائمہ اعلام سے کس قدر

ان کے متعلق جرح منقول ہیں۔ وہ نقشہ یہ ہے۔

اسمائے کتب	اسمائے جارحین	تشریح جرح محمد ابن اسحٰق (راوی الحدیث)
کتاب الضعفاء امام نسائی	امام نسائی	[ع۱] محمد ابن اسحٰق لیس بالقوی
تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی	علامہ ذہبی	[ع۲] انہ یشذ باشیاء وانہ لیس بحجۃ فی الحلال والحرام
تقریب التہذیب	حافظ ابن حجر	[ع۳] صدوق یدلس ورمی بالتشیع والقدر
خلاصہ تہذیب تہذیب الکمال	ابو زرعہ (الامام المحدث)	[ع۴] قال ابو زرعۃ منکر الحدیث
میزان الاعتدال	امام نسائی	[ع۵] قال النسائی وغیرہ لیس بالقوی
ایضاً	دارقطنی (محدث)	[ع۶] قال الدارقطنی لا یحتج بہ
ایضاً	ابوداؤد	[ع۷] قال ابوداؤد قدری معتزلی
ایضاً	سلیمان تیمی	[ع۸] قال سلیمان التیمی کذاب
ایضاً	ہشام ابن عروۃ	[ع۹] قال وہیب سمعت ہشام ابن عروۃ یقول کذاب
ایضاً	امام مالک (امام دار الہجرۃ)	[ع۱۰] قال وہیب سألت مالکاً عن ابن اسحٰق فاتہمہ
ایضاً	امام مالک	[ع۱۱] قال یحییٰ ابن آدم ثنا ابن ادریس قال کنت عند مالک فقیل لہ ان ابن اسحٰق یقول اعرضوا علی علم مالک فانی بیطارہ فقال مالک انظروا الی دجال من الدجاجلۃ
ایضاً	سفیان ابن عیینہ	[ع۱۲] قال ابن عیینۃ رأیت ابن اسحٰق فی مسجد الخیف فاستحییت ان یرانی احد معہ اتہموہ بالقدر
ایضاً	حماد ابن سلمۃ	[ع۱۳] روی ابوداؤد عن حماد ابن سلمۃ قال ما رویت عن ابن اسحٰق الا باضطرار
ایضاً	امام احمد ابن حنبل	[ع۱۴] قال احمد ہو کثیر التدلیس جداً قیل لہ فاذا قال اخبرنی وحدثنی فہو ثقۃ قال ہو یقول اخبرنی فیخالف
ایضاً	ابن عدی	[ع۱۵] قال ابن عدی کان ابن اسحٰق یلعب بالدیوک
ایضاً	مکی ابن ابراہیم	[ع۱۶] قال القنوی ثنا مکی بن ابراہیم قال جلست الی ابن اسحٰق وکان یخضب بالسواد فذکر احادیث فی الصفۃ فنفرت منہا فلم اعد الیہ
ایضاً	حمید ابن حبیب	[ع۱۷] روی عن حمید ابن حبیب انہ رأی ابن اسحٰق مجلوداً فی القدر جلدہ ابراہیم ابن ہشام (الامیر)
کتاب الضعفاء ابن الجوزی	یحییٰ ابن سعید القطان (امام الجرح والتعدیل)	[ع۱۸] قال یحییٰ ابن سعید القطان ما ترکت حدیثہ الا للّٰہ اشہد انہ کذاب
ایضاً	علی ابن المدینی (امام الجرح والتعدیل)	[ع۱۹] قال علی یحدث عن المجہولین باحادیث باطلۃ

عله محمد ابن اسحق قوی فی الحدیث نہیں ہیں عـ۲ـه محمد ابن اسحق نادر روایتیں بیان کرتے ہیں اور وہ باب حلال وحرام میں حجت نہیں ہیں ۱۲ عـ۳ـه گو سچے ہیں لیکن مدلس (ایک راوی یا اُس سے زیادہ کو سند سے ساقط کرنے والے) ہیں شیعی اور قدری ہونیکی نسبت اُن کے ساتھ کیگئی ہے عـ۴ـه ابو زرعہ کہتے ہیں کہ منکر الحدیث ہیں عـ۵ـه دارقطنی کا قول ہے کہ محمد ابن اسحق قابل احتجاج نہیں ہیں۔ عـ۶ـه ابو داؤد کہتے ہیں کہ قدری معتزلی ہیں عـ۷ـه سلیمان تیمی کہتے ہیں کہ کذاب ہیں ۱۲ عـ۸ـه وہیب لکھتے ہیں کہ میں ہشام ابن عروہ کو یہ کہتے سنا کہ وہ کذاب ہیں ۱۲ عـ۹ـه امام مالک رح سے وہیب نے ابن اسحق کی نسبت سوال کیا امام مالک رح نے اُن کو متہم کیا ۱۲ عـ۱۰ـه یحیی ابن آدم ابن ادریس سے نقل کرتے ہیں کہ میں امام مالک رح کی حضوری میں تھا کہ کسی نے امام مالک سے کہا کہ ابن اسحق یہ کہتے ہیں کہ مالک رح کا علم میرے سامنے پیش کرو میں علم مالک رح کا بیطار (پرکھنے والا) ہوں اس پر امام مالک رح نے فرمایا کہ بھو یہ دجالوں میں کا ایک دجال ہے۔ اب خیال فرمائیے کہ امام مالک رح جیسا جارح اور جرح ایسی سخت نہ معلوم کیوں کر لوگ اسکے بعد اُن کی توثیق پر جرأت ہوئی ۱۲ عـ۱۱ـه سفیان ابن عیینہ لکھتے ہیں کہ ابن اسحق کو میں نے مسجد خیف میں دیکھا مجھے اس سے شرم آئی کہ کہیں کوئی مجھ کو اُن کے ساتھ نہ دیکھ لے کہ لوگوں نے اُن کو متہم بالقدر کیا ہے ۱۲ عـ۱۲ـه ابو داؤد حماد ابن سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن اسحق سے بمجبوری روایت کی ۱۲ عـ۱۳ـه امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں کہ وہ

حد سے زیادہ مدلس ہیں (یعنی راوی کو بیچ سے چھوڑ دیتے ہیں) اس پر
امام احمد سے کسی نے کہا کہ جب وہ روایت میں اخبرنی وحدثنی تصریح
کر کے کہیں پھر تو اُن کی روایت مقبول ہونا چاہیئے امام احمد نے اُس کو
بھی تسلیم نہیں کیا اور فرمایا کہ وہ اخبرنی کہکر بھی خلاف کر جاتے ہیں (جس کا
صاف یہ مطلب ہے کہ کاذب ہیں) ۱۲ ع۱۱ ابن عدی کہتے ہیں کہ ابن اسحٰق
مرغ باز تھے (یہ جرح خصوصیت سے ملاحظہ ہو) ۱۲ ع۱۲ مکی ابن ابراہیم
کہتے ہیں کہ ابن اسحٰق سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے (خلاف شرع فعل ہے)
انہوں نے اللہ عز اسمہ کے صفات کے متعلق ایسی باتیں بیان کیں
جن سے مجھکو وحشت و پراگندگی ہوئی اور پھر میں اُن کے پاس نہ گیا ۱۲
ع۱۳ حمید ابن حبیب سے مروی ہے کہ انہوں نے ابن اسحٰق کے بدن پر
کوڑوں کے ضرب کے نشان پائے جو معاملۂ قدر میں ابراہیم
ابن ہشام نے اُن پر لگوائے تھے (یہ گویا اُن کے قدریہ ہونیکی رجسٹری تھی)
ع۱۴ یحیٰی ابن سعید القطان کہتے ہیں کہ محمد ابن اسحٰق کی حدیث کو میں نے
محض لوجہ اللہ ترک کیا ہے میں اس کی شہادت دیتا ہوں کہ وہ جھوٹے
ہیں ۱۲ ع۱۵ علی ابن المدینی (امام الجرح والتعدیل) کہتے ہیں کہ محمد ابن اسحٰق
ایسے لوگوں سے باطل روایتیں کرتے ہیں جو مجھول ہیں ۱۲

انصاف پسند حضرات کے لئے تو اسی قدر بس ہے لیکن جن کی طبائع
قدرتی طور سے جدلی واقع ہوئی ہیں اُن کو اس پر قانع ہونا مشکل ہے
وہ ضرور اس صراط مستقیم میں خار سخت بچھانیکی کوشش کریں گے اور یہ

حجت پیش کریں گے کہ جہاں محمد ابن اسحق پر جرح کی گئی ہے وہاں اُن کی
تعدیل و توثیق بھی کی گئی ہے۔ محدث ابن معین اُن کو ثقہ کہتے ہیں
امام مالک رح کی جرح کی میزان الاعتدال وغیرہ میں کافی تردید ہو چکی ہے
اور اسی کے ساتھ ہشام ابن عروہ کی جرح کالعدم ہو گئی اور بعض جرحین
مبہم ہیں جیسے لیس بالقوی وغیرہ اور بعض جارحین امام الجرح والتعدیل
نہیں ہیں جیسے سلیمان تیمی لیکن فیصلہ کے بعد یہ سب حجتیں بیکار ہیں

صاحب میزان الاعتدال کا فیصلہ سنئے فالذی یظہر لی ان ابن اسحٰق

حسن الحدیث صالح الحال صدوق وما انفرد بہ ففیہ نکارۃ فان

فی حفظہ شیئًا یعنی تمام اقوال کی تحقیق و تنقید کے بعد یہ بات مجھکو
معلوم ہوئی کہ ابن اسحق حسن الحدیث اور نیک بخت و سچے آدمی ہیں
لیکن جس روایت میں وہ منفرد اور تنہا ہوں اُس میں نکارت ہوتی ہے
(لہذا منکر ہوئی) کیوں کہ ان کے حافظہ میں نقصان ہے۔ صاحبو
ہم کو بھی صرف اسی سے کام ہے ہم نہیں چاہتے کہ خواہ مخواہ امام مالک رح
کے مشہور قول کے مطابق اُن کو دجال مانیں ہماری غرض تو صرف اسی
فیصلہ سے پوری ہو گئی کیوں کہ مسئلہ متنازع فیہا میں جس روایت سے
سند لائی گئی ہے اُس میں محمد ابن اسحق منفرد ہیں۔ جب منفرد ہوئے
تو حسب فیصلہ صاحب المیزان روایت ضعیف ہو گئی اور ضعیف روایت
قابل احتجاج نہیں ہوتی۔ لیجئے ہمارا مقصود حاصل ہو گیا فالله الحمد علامہ ذہبی
تذکرۃ الحفاظ میں محمد ابن اسحق کی نسبت ائمہ کی جرح و تعدیل نقل کر کے

یہ فیصلہ دیتے ہیں کہ والذی تقرر علیہ العمل ان ابن اسحٰق الیہ

یرجع فی المغازی والایام النبویۃ مع انہ یشذ باشیاء وانہ لیس بحجۃ

فی الحلال والحرام انتہی - یعنی اس پر عمل آٹھیرا ہے کہ محمد ابن اسحٰق کیطرف

مغازی وعہد نبوی کی تاریخ میں رجوع کی جاوے باایں ہمہ وہ نادر روایتیں

بھی ذکر کرتے ہیں (مطلب یہ کہ وہ روایتیں جو محدثین میں رائج نہیں ہیں)

اور یہ کہ وہ باب حلال وحرام میں حجۃ نہیں ہیں - دیکھئے علامہ ذہبی نے

تذکرۃ الحفاظ میں تمام اقوال متعلق جرح وتعدیل نقل کرکے اخیر میں یہ مختصر

مگر جامع فیصلہ دیدیا کہ حلال وحرام کے باب میں یہ حجت نہیں ہیں - ہمارا

بھی صرف یہی مقصود تہا وہ بحمد اللہ حاصل ہوگیا - فاضل بریلوی نے غالبًا

ان فیصلوں پر نظر نہیں ڈالی انہوں نے جو اُن کی نسبت تعدیل کے

الفاظ دیکھے بس کیا تہا تمام اقوال نقل کرگئے اور نہ نقل کرنے والے

پر خیانت کا الزام قائم کرکے اخیر میں یہ عبارت لکھدی کہ الحمد للہ آفتاب سے

زیادہ روشن ہوگیا کہ محمد ابن اسحٰق ثقہ ہیں اور دروازہ مسجد پر اذان جمعہ

کی حدیث صحیح اگر ان ہر دو فیصلوں پر نظر ڈال لیتے تو نہ کامل (۳۶) صفحوں

کے تحریر کی نوبت پہنچتی اور نہ یہ عبارت اُن کے قلم سے نکلتی اور نہ

یہ مسئلہ ایجاد ہوتا ورنہ ایسے راوی بہت کم ہیں جنکی بالاتفاق سب نے

جرح کی ہو یا بالاجماع سب نے تعدیل کی ہو کتب اسماء الرجال کے

دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی شخص جسکی نسبت دجّال ہونیکا حکم

کیا گیا ہے اُسی کو دوسرے صاحب امیر المومنین فی الحدیث فرما رہے ہیں

اور پھر لطف یہ کہ ایک ہی شخص سے جرح بھی منقول ہے اور اسی سے تعدیل بھی ایسے مقامات میں عجب تحیر لاحق ہوتا ہے کہ اب ہم اُن کی نسبت کیا عقیدہ رکھیں۔ مگر جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم عطا فرمائی ہے وہ سمجھ لیتے ہیں کہ اس کا فیصلہ ہماری مقدرت سے باہر ہے کیونکہ ہر ایک راوی کے متعلق اس قدر کثرت سے مختلف اقوال وارد ہوئے ہیں کہ ہر راوی کا حال بجائے خود ایک مستقل فن بن گیا ہے اب سوال یہ ہے کہ تمام راویوں کے متعلق تمام اقوال کا حافظ اس طرح پر کہ ان کے جملہ حالات پر بھی مطلع ہو اور جارحین و معدلین کے حالات سے بھی واقف ہو اور جس کو ان کی جرح و تعدیل کے منشا سے بھی واقفیت ہو ایسا شخص اس زمانہ میں کوئی ہے۔ یقیناً اس کا جواب نفی میں دیا جاویگا جب یہ ہے تو اس زمانہ کے کسی عالم کو فیصلہ کا کوئی حق حاصل نہیں ہے یہ حق اُنہیں کا ہے جو اس میدان کے مرد ہیں اور انھوں نے جو فیصلہ دیا وہ اوپر گذر چکا۔ اب ہم کو بھی چاہیے کہ اُن کے فیصلہ کے موافق بطرز فاضل بریلوی کہیں کہ الحمد للہ آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ محمد ابن اسحق باب حلال و حرام میں حجت نہیں ہیں اور اسوجہ سے دروازہ مسجد پر اذان جمعہ کی حدیث ضعیف اور اُن کا استدلال اُس سے باطل و ساقط

(۱۰) جس حدیث سے سند لائی گئی ہے اُس سے صرف عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر زمانہ صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما تک کا حال معلوم ہوا کہ باب مسجد پر اذان ہوتی تھی۔ اسکے بعد کا حال ہنوز پردہ خفا

یں ہے۔ ممکن ہے کہ جہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگوں
کی کثرت کی وجہ سے ایک اذان کے اضافہ ہونے سے تغیر ہو وہاں یہ تغیر بھی
کچھ بعید نہیں کہ جو اذان سابق عہد سابق میں باب مسجد پر ہوتی تھی وہ اب
قریب منبر ہوا اور اس پر شاہد مولانا مولوی عبد الحی صاحب نور اللہ مرقدہ کی
یہ عبارت ہے جو عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ سے نقل کی جاتی ہے

ثم نقل الاذان الذی کان علی المنار حین صعود الامام علی المنبر علی عہد النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وصدر من خلافۃ عثمان بین یدیہ
یعنی جو اذان زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبر و فاروق اعظم میں منار
پر ہوتی تھی جس سے مقصود اعلام غائبین تھا اب اس اذان کی زیادتی
سے وہ تو بین یدی الامام آگئی اور اس زائد اذان نے منار پر جگہ پائی
اس سے صاف یہ نتیجہ نکلا کہ منار پر اذان اس غرض سے تھی کہ اعلام للغائبین
ہو۔ جب اذان زائد سے وہ غرض پوری ہوگئی تو یہ اذان جو بین یدی الامام
ہوتی ہے اس سے غرض صرف اعلام للحاضرین قرار پائی اور اس سے
ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس اذان کیلئے اب خارج مسجد ہونے کا ضرورت
نہیں کیوں کہ فاضل بریلوی اور دوسرے ان کے ہم خیال حضرات نے
اس پر بہت زور دیا تھا کہ اذان سے غرض اعلام للغائبین ہے جب
اذان داخل مسجد ہوگئی تو وہ غرض فوت ہو جاوے گی ہم کہتے ہیں کہ
جب پہلی اذان سے یہ بات حاصل ہوگئی تو اب دوسری اذان سے
صرف یہ غرض رہی کہ حاضرین کو خطبہ سننے کیلئے متنبہ کیا جاوے دیکھو حافظ

ابن حجر فتح الباری میں کیا کہتے ہیں قال المہلب الحکمۃ فی جعل الاذان فی
هذا المحل لیعرف الناس بجلوس الامام علی المنبر فینصتون له اذا خطب
کذا قال ـ وفیه نظر فان فی سیاق ابن اسحٰق عند الطبرانی وغیرہ عن الزهری
فی هذا الحدیث ان بلالا کان یؤذن علی باب المسجد فالظاهر انه
کان لمطلق الاعلام لا لخصوص الانصات نعم لما زید الاذان الاول
کان للاعلام وکان الذی بین یدی الخطیب للانصات مطلب یہ کہ
مہلب لکھتے ہیں کہ اذان ثانی کے داخل مسجد ہونے میں یہ حکمت ہے
کہ لوگ یہ جان لیں کہ امام کی نشست منبر پر ہو گئی ہے تاکہ اب سکوت اختیار
کریں ۔ دیکھیئے اس سے دو نتیجے برآمد ہوئے اول یہ کہ اس اذان کا داخل
مسجد ہونا قدیم سے متوارث چلا آیا ہے کہ حافظ ابن حجر کو مہلب سے اسکی
حکمت بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی دوسرا یہ کہ اذان انصات کی
غرض سے ہے نہ کہ اعلام للغائبین اس سے مقصود ہے ۔ جب یہ
ہے تو اس کا داخل مسجد ہونا ضروری ہے اسکے بعد حافظ ابن حجر نظر کرتے
ہیں کہ بروایت ابن اسحٰق یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ بلال رض باب مسجد
پر اذان دیتے تھے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اذان مطلق اعلام
کے لئے تھی نہ خاص کر انصات کیلئے (یہی روایت سرمایہ ناز جناب فاضل
بریلوی و دیگر حضرات ہے) اس کا جواب حافظ ابن حجر صدہا سال پیشتر اس طرح
دیتے ہیں کہ جب اذان اول زائد ہوئی (خلافت حضرت عثمان غنی رض میں)
تو وہ اعلام کیلئے ہو گئی اور جو بین یدی الخطیب ہوتی تھی وہ انصات

کے لئے قرار پائی۔ تب بجیئے تمام نزاع کا فیصلہ ہوگیا اور کئی عقدے حل ہوگئے

اول یہ کہ حضرت مولانا مولوی عبد الحی صاحب فرنگی محلی نے جو

عمدۃ الرعایہ میں اس اذان کے متعلق تحریر فرمایا تھا کہ ای مستقبل الامام

فی المسجد کان او خارجہ والمسنون ھو الثانی جس سے فاضل بریلوی

نے اپنے مفید مدعا مطلب اخذ کیا تھا اب یہ عبارت ہم کو مفید ہوگی کیونکہ

ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وعہد صدیقی و فاروقی رضی اللہ عنہما

میں اذان خارج مسجد دروازہ پر ہوتی تھی اور اعلام للغائبین کے لئے تھی

لیکن عہد عثمانی میں وہ داخل مسجد ہوگئی اور انصات کیلئے قرار پائی

اسوجہ سے حضرت مولانا مرحوم نے دونوں صورتوں کو ذکر فرما کے

اس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ گو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ اذان دروازہ

مسجد پر ہوتی تھی (والمسنون ھو الثانی) سے یہی مراد ہے لیکن عہد عثمانی

میں جہاں زیادتی اذان اول پر اجماع ہوا وہاں اذان ثانی کے داخل مسجد

ہونے پر بھی حسب تصریح حافظ ابن حجر اجماع ہوگیا اور فثبت الامر

علی ذلک میں داخل۔ اب اجماع ہوے بعد جیسا اذان اول کو کوئی اس

وجہ سے ساقط نہیں کر سکتا کہ یہ عہد نبوی میں نہ تھی اسی طرح اذان ثانی

داخل مسجد کو بھی منع کرنے کا اسکو حق حاصل نہیں ہے خصوصاً فاضل

بریلوی کو کیونکہ اُس تعامل کو جو صدر اول سے ہو اسکو وہ بھی تسلیم کرتے

ہیں جیسا کہ بارہا اسکی تصریح اپنے رسالہ میں کی ہے خواہ حضور انور صلی اللہ

علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اُس کا وجود نہ ہو ورنہ اب تو اس

اذان ثانی مین نزاع ہے یہ مساجد کے محرابوں مین بھی جھگڑا قائم ہو جاویگا
کیونکہ عہد نبوی مین اُن کا وجود نہ تہا البتہ صدر اول (زمانہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وتابعین) مین انکی بنیاد قائم ہوئی ہے اُسوقت فاضل بریلوی کو ایک تند
دو شند کا مضمون پیش آوے گا اور کچھہ عجب نہین کہ یہ رائے قائم ہوئے بعد محرابون
کے انہدام ہی کی فکر کی جاوے اسوقت لطف توجب ہے کہ مسجد جامع دہلی
سے سلسلہ انہدام آغاز کیا جاوے۔ الغرض اس تقریر سے ظاہر
ہوگیا کہ اذان ثانی صدر اول مین ہونے کی وجہ سے حد جواز مین ہے
پھر جبکہ اذان اول کی زیادتی اور اذان ثانی کے داخل مسجد ہونے پر
اجماع ہوگیا اور اجماع بھی صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جو کثرت
سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین تھے اور تو ارث
اور وہ بھی ایسا زبردست جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے شروع ہوا تو اب اسکی
مخالفت ممنوع ہوگئی نتیجہ صحیح اخذ کرنے کے لئے تمام عبارت پر نظر ڈالنی
کی اور انکو تنقیدی نظر سے پرکھنے کی ضرورت ہے ورنہ یقیناً نتیجہ غلط نکلے گا
کاش فاضل بریلوی کم از کم اسی پر نظر ڈال لیتے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ
شخص اُس کو عہد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بتارہا ہے اب اس مین
کیا شبہ رہا کہ یہ اذان داخل مسجد صدر اول سے برابر یونہی چلی آرہی ہے۔
دوسرے فاضل بریلوی اور اس بارہ مین اُن کے ہم خیال حضرات کا
وہ خیال بھی خواب وخیال ہوگیا کہ علماء سابق نے تغافل کو دیکھکر اس کی
مسنونیت سمجھ لی اور تحقیق کیطرف متوجہ نہوئے کیا حافظ ابن حجر کو بھی ایسا ہی

آپ حضرات شمار کرتے ہیں کہ جو امام فی الحدیث ہونیکے علاوہ زبردست
مورخ بھی ہے **تیسرے** یہ کہ محمد ابن اسحٰق کی روایت اس طور پر اگر صحیح
مان لی جاوے تو اب کوئی حرج نہیں کیونکہ عہد نبوی وصدیقی وفاروقی میں
باب مسجد پر ہی اذان ہوتی تھی اور عہد عثمانی میں داخل مسجد منبر کے قریب ہونے
لگی اور اُس پر جو اجماع ہوا وہ آج تک برابر چلا آرہا ہے اسی وجہ سے
عامۂ کتب فقہ میں لفظ **بین یدی الامام وعند المنبر** ہے جو قرب پر دال
ہے جس کی آیندہ نمبر میں تحقیق ہوگی۔ لیجئے حدیث بھی اپنی جگہ خود صحیح یا حسن
رہی اور تعامل اپنی جگہ پر حجت رہا اور مولانا **عبد الحی** صاحب کی بھی عبارت کا
مطلب ہمارے موافق ہوگیا اور وہ **شبہ** بھی جاتا رہا۔ کہ اذان سے مقصود
اعلام للغائبین ہے لہذا خارج مسجد ہونا چاہئے کیونکہ جب یہ اذان انصات کیلئے
ہوئی تو وہ زعم خود بخود باطل ہوگیا۔ اور روایات **فقہیہ** اور اُس
حدیث میں جو بظاہر تعارض تھا وہ بھی اُٹھ گیا اور حضرت سائب ابن یزید کے
عہد فاروقی تک اذان باب المسجد کے سلسلہ کو ختم کردینے کا بھی راز معلوم ہوگیا
اور اس سے باشارۃ النص سمجھا گیا کہ آئندہ یہ سلسلہ منقطع ہے اور اسکی صراحت
حافظ **ابن حجر** نے کردی جس سے تعامل کا آغاز صدر اول سے معلوم ہوگیا اور فقہاء کی وسیع النظری
معلوم ہونیکے علاوہ اسکا بھی علم ہوگیا کہ توارث قدیم کو توڑنا کوئی ہنسی مذاق نہیں ہے وہ ضرور
کسی نہ کسی حجت شرعی پر مبنی ہوتا ہے ایسے موقع پر غیر مجدد نظر اور سخت احتیاط کی ضرورت ہے

(۱۱) حدیث سائب ابن یزید استدلال میں اسی وقت پیش ہو سکتی ہے کہ باب مسجد سے قبلہ کا محاذی دروازہ
مراد لیا جاوے لیکن سکی نسبت ہم صاف کہتے ہیں کہ **ما انزل اللّٰہ بھذا من سلطان** کیونکہ قبلہ رخ

ایک دروازہ تھا جسکے بند کرنیکے بعد عین اُسکی محاذات میں شمالی دروازہ

کھولا گیا جسکی نسبت علامہ سمہودی مدنی تاریخ خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفٰے میں

لکھتے ہیں کہ ان المسجد الشریف جعل لہ ثلثۃ ابواب باب فی مؤخرہ الی

جھۃ القبلۃ الیوم یدخل منہ الی المقصورۃ وھذا قد سد قدیما وباب

عن یمین المصلی وباب عن یسار القبلۃ فی محاذات الباب قبلہ یدخل

منہ للمقصورۃ یعنی مسجد شریف کے تین دروازہ بنائے گئے تھے پہلا وہ

دروازہ جو اب قبلہ کی جانب ہے جس سے مقصورہ کی راہ تھی یہ دروازہ قدیم

سے بند کر دیا گیا ہے دوسرا دروازہ داہنی جانب ہے تیسرا قبلہ کے بائیں

طرف بند شدہ دروازہ کے محاذی۔ اب ہم میں اور فاضل بریلوی میں صرف

اس قدر نزاع رہگیا کہ فاضل بریلوی تیسرا دروازہ مراد لیتے ہیں تاکہ اذان

خارج مسجد ہوجاوے اور ہمارے نزدیک باب مسجد سے مراد وہ دروازہ

ہے جو قبلہ کی جانب ہے اور اب مسدود ہے جبتک یہ قوی احتمال قائم ہے

اُن کا استدلال باطل ہے مشہور مقولہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال

اس قوی احتمال کو مولانا عبد القادر صاحب شبلی حنفی مدرس مدرسہ مسجد نبوی

نے اپنے فتوے میں ذکر فرمایا ہے جسکے جواب میں فاضل بریلوی

نے صرف اس پر قناعت فرمائی ہے کہ یہ بھی منجملہ اُن کی سولہ جہالتوں

میں سے ایک جہالت ہے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ایسے قوی احتمال کو

کیوں نظر انداز کر کے انکو جہالت کا تمغہ پہنایا گیا اب ہم ترقی کرتے ہیں کہ

یقیناً مراد وہی ہے جو فاضل محدث مدنی کے قلم سے نکلی ورنہ تمام

مسجدوں کے دروازے حسب رائے فاضل بریلوی محراب کے مقابل
نہ ہوتے بلکہ اُس سے جانب شمال ہٹ کر منبر کے محاذی ہوتے حالانکہ
عموماً تمام مساجد میں اسکے خلاف ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ فاضل بریلوی یہاں
بھی وہی رواج اور تعامل کا عذر پیش کر کے خاموش نہ ہونگے مگر پھر ایک
مشکل یہ پیش آوے گی کہ کوئی بڑی مسجد دنیا میں تعمیر نہ ہو سکے اور جو تعمیر ہوگئی
ہیں جیسے جامع ازہر و مسجد جامع دہلی و مسجد شاہی لاہور ان سب کی تعمیر حسب
زعم فاضل بریلوی خلاف شرع ہے کیوں کہ ان مسجدوں میں خارج مسجد
اذان دینے سے بین یدی کا مفاد فاضل بریلوی کے طور پر بھی حاصل
نہیں ہوتا کیونکہ اب اذان نہ غائبین کے اعلام کیلئے ہو سکتی ہے نہ حاضرین
کے انصات کیلئے۔ ممکن ہے کہ فاضل بریلوی یہ تاویل کر بیٹھیں کہ ایسے
موقع پر فنا مسجد میں اذان ہوگی تو اس صورت میں یہ مشکل پیش آوے گی
کہ اس اذان سے تو مقصود حسب زعم فاضل بریلوی اعلام للغائبین تھا
وہ حاصل نہ ہوا اور دوری کی صورت میں انصات للحاضرین بھی مقصود
ہے شاید اپنے مقصود کو پس پشت ڈالکر فاضل بریلوی یہ فتویٰ صادر فرمادیں
کہ ایسی مسجدوں میں اُس حصۂ فنا میں اذان دی جاوے جو قریب دالان
ہونیکی وجہ سے قریب منبر ہے تو یہ کوئی جدید بات نہیں ہوئی اسکی تو تمام
دنیائے اسلام قائل ہے جیساکہ مسجد جامع دہلی کے مکبرہ سے ظاہر
ہے کہ وہ مسجد میں داخل اور دالان سے خارج قریب منبر ہے دوسری
اذان جمعہ اُسی پر ہوتی ہے حالانکہ فاضل بریلوی تعامل کے صریح مخالف

ہیں اور تمام اسلامی دنیا کے سامنے نئی بات پیش کرنیکے مدعی ہیں اب
بجز اسکے چارہ نہیں ہے کہ ایسی مسجدوں کی تعمیر کو خلاف شرع قرار دیا جاوے
اور ان کے انہدام کی فکر کی جاوے مناسب ہوگا اس کار خیر کی ابتدا
مسجد جامع دہلی سے کی جاوے ولنعم ما قال ؎ ان الدہر آت بالاعاجیب

(۱۲) فاضل بریلوی کا فقہی استدلال یہ ہے کہ عامۂ کتب فقہیہ میں یکرہ
الاذان فی المسجد وارد ہے اور اس میں تخصیص کسی خاص اذان
کی نہیں ہے لہذا جمعہ کی اذان ثانی بھی اس کلیہ میں آگئی لیکن جب
فاضل بریلوی نے دیکھا کہ اذان ثانی کے متعلق عموماً یہ جملہ وارد ہے
کہ اذن المؤذنون بین یدی الامام اور لفظ بین یدی قریب پر دال
ہے تو اسکی تاویل کر ڈالی کہ یہ صرف محاذات پر دال ہے اور حضرۃ
علمیہ کیلئے ہے اور اس پر بکثرت بزعم خود شواہد پیش کر دیے اور
اسکی سند میں آیات قرآنیہ کا ایک سلسلہ قائم کر دیا جیسے یعلم ما بین
ایدیہم وما خلفہم وغیر ذلک من الآیات لفظ بین یدی
چھوڑ کر بعض علماء نے وہ روایتیں پیش کیں جن میں لفظ عند ہے
جیسے عنایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ لانہ لو انتظر الاذان عند المنبر
یفوتہ اداء السنۃ وسماع الخطبۃ (ثم قال بعد) وکان الطحاوی
یقول المعتبر ہو الاذان عند المنبر بعد خروج الامام مجمع الانہر
میں ہے لانہ لو انتظر الاذان عند المنبر یفوتہ اداء السنۃ و
سماع الخطبۃ عالمگیری میں ہے قال الطحاوی یجب السعی

ویکرہ البیع عند اذان المنبر دیکھئے ان سب کتب معتبرہ میں لفظ عند
وارد ہے جسکے معنے نزد وپاس کے ہیں جنکے مفہوم میں قرب داخل
ہے۔ جب یہ نظائر فاضل بریلوی کی حضوری میں پیش ہوئیں تو عند
اپنے معنی میں نہ رہا اور اسکے معنے بھی وہی ہو گئے جو بین یدی
کے تاویلی معنے تھے اور اس پر بھی فاضل بریلوی نے آیات ونصوص
جیسے عند ملیک مقتدر اور اس کے ماسوا پیش کر دیں کہ دیکھو
اللہ کے نزدیک جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں اور صلحاء امت
بھی حالانکہ دونوں کے مراتب میں بیحد فرق ہے اور دیکھو لفظ
عند سب کو شامل ہے معلوم ہوا یہ قرب کیلئے خاص نہیں ہے
غرض بین یدی سے کثرت شواہد میں عند بھی کم نہ رہا خیر یہ سب
کچھ ہوا لیکن اس کا کیا جواب ہے جو عالمگیری میں ہے کہ الاصح
ان کل اذان یکون قبل الزوال فھو غیر معتبر والمعتبر اول الاذان
بعد الزوال سواء کان علی المنبر او علی الزوراء کذا فی الکافی
دیکھئے یہاں نہ تو لفظ عند المنبر ہے نہیں یدی الخطیب تا کہ باب
تاویلات کشادہ ہو یہاں تو علی المنبر ہے جو صاف قرب پر دال ہے
اب رہی کھینچ تان سو وہ یہاں بھی ہو سکتی ہے کہ علی استعلاء کیلئے
آتا ہے اور ظاہر ہے کہ منبر پر تو اذان نہیں ہوتی بلکہ اُسکے سامنے
جب یہ اپنے معنی حقیقی سے تجاوز کر گیا تو ممکن بلکہ واجب ہے کہ محاذات
کے معنی اس میں حلول کر گئے ہوں۔ مگر ہم ان کھینچ تانوں کے جواب دہی

میں اپنا وقت عزیز نہیں ضائع کرتے ناظرین کی فطرت سلیمہ پر اُس کا
فیصلہ چھوڑتے ہیں۔

(۱۳) یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ لفظ بَین یدیِ و عند سے ان کے حقیقی
معنے قرب کیوں سلب کر لئے گئے کشاف اور مدارک
میں تو بین یدی کی نسبت صاف یہ تصریح موجود ہے کہ وحقیقة
قولهم جلست بين يدی فلان ان تجلس بين الجهتين المسامتين
بيمينه وشماله قريبا منه اسی طرح عامہ کتب تفسیر وادب میں اسکے
معنے قرب کے تحریر کئے ہیں کثرت نقل سے ہم مضمون کو دراز نہیں کرنا
چاہتے ورنہ ایک کتاب اس طولانی مضمون کیلئے درکار ہے رہا لفظ
عند تو اسکو قرب کیلئے نہ کہنے سے لغت کی بے اعتباری کا
اندیشہ ہے مبسوط میں ہے کہ عند عبارة عن القرب۔
اسی وجہ سے بعض کتب فقہیہ جامع الرموز وغیرہ میں اس کی
تصریح آچکی ہے کہ اُن میں عند المنبر کے معنے قريبا منه درج ہے تو
اب فاضل بریلوی کو کونسا حق حاصل ہے کہ وہ احناف کو اس قرب سے
دھر کہیں اور استثناء سے روکیں بیشک لا یؤذن فی المسجد صحیح ہے
لیکن اذان ثانی اس کلیہ سے مستثنے ہے اور اُس کا استثناء نہیں
بَین یدی و عند سے ہو گیا اب رہیں آیات و نصوص تو اس کا
جواب سہل ہے کیونکہ درحقیقت لفظ بین یدی و عند قرب مکانی
کیلئے موضوع ہیں اور ظاہر ہے کہ اُن نصوص میں قرب مکانی نہیں

مراد ہے بلکہ قرب رتبی مقصود ہے جسکے لحاظ سے یہ ہرد و مجاز ہو گئے
اور قرب رتبی معنی مجازی قرار پایا اور یہ بات روز روشن کی طرح
تاباں ہے کہ اللہ جل جلالہ کے احاطہ علمی میں تمام عالم آگیا ہے
اس قرینہ سے وہاں لفظ بین یدی میں وسعت آگئی اور لفظ عند
بھی اُس کے شریک فی الوسعۃ ہو گیا لیجئے قصہ ختم شد ۵
؎ اتنی سی بات تھی اسے افسانہ کر دیا ؎ یہ کسنے دعویٰ کیا تھا کہ اگر کسی لفظ
کے کوئی حقیقی معنے بتائے جاویں تو وہ کبھی معنی مجازی میں مستعمل نہ ہوگا
ہاں یہ امر ضروری ہے کہ جبتک حقیقی معنی متعذر نہ ہوں معنے مجازی
نہیں مراد ہو سکتے اور عند التعذر معنی مجازی پر قرینہ قائم ہونے کی
صورت میں معنی مجازی کا ارادہ کر سکتے ہیں۔ ہمارے موافق حضرات
علماء کا بھی یہی کہنا تھا کہ لفظ عند المنبر و بین یدی الخطیب میں
حقیقی معنی کی رو سے ہمارا مدعا حاصل ہو گیا اس پر فاضل بریلوی فرماتے
ہیں کہ فلاں فلاں آیات میں تو یہ معنی مراد نہیں ہے ہم کہتے ہیں نہ ہو
کیوں کہ وہاں معنی مجازی پر قرینہ قائم ہے پھر کیا اس سے اُسکے
معنی حقیقی ہمیشہ کیلئے رخصت ہو جاوینگے ۔

(۱۴) صاحبو آؤ ہم تمکو معتبر کتاب فقہ کی ایسی صاف عبارت دکھائیں
جسکے بعد ہمیشہ کیلئے گفتگو کا خاتمہ ہو جائے اور تاویلات کی رگ قطع
کر دے مراقی الفلاح میں ہے والاذان بین یدیہ
کالاقامۃ جری بہ التوارث یعنی جمعہ کی اذان ثانی امام

کے سامنے اقامت (تکبیر) کی طرح ہو اسی پر توارث چلا آیا ہے
یہاں اذان ثانی جو اقامت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس سے
مقصود بجز اسکے نہیں معلوم ہوتا کہ جیسے اقامت داخل مسجد حاضرین
کے اعلام کیلئے ہوتی ہے اُسی طرح یہ اذان ثانی بھی داخل مسجد
ہونا چاہیئے ورنہ کالاقامۃ کا لفظ بیکار ہو جاوے گا۔
ہمارے خیال میں صاحب مراقی الفلاح فقیہ ہونیکے علاوہ ملہم
من اللہ بھی تھے کچھ عجب نہیں کہ انہوں نے یہ خیال کیا ہو کوئی
صاحب جدت پسند بین یدیہ میں تاویل کر کے مسجد سے اذان
ثانی کو نکال باہر کریں اور اعلام للغائبین کی صدا بلند کر کے عام کلیہ
لایؤذن فی المسجد میں داخل کر دیں اس لحاظ سے انہوں نے
کالاقامۃ کی قید بڑھا دی تاکہ کسی کو کلام کرنیکی گنجایش نہ ملے اور پھر لطف
یہ کہ جری بہ التوارث کا جملہ ارشاد فرما کے مخالفین کا ہمیشہ کیلئے
منہ بند کر دیا تاکہ کوئی اسکو معمولی تعامل اور رواج سمجھ کے حضرت مجدد
الف ثانی وعلامہ شامی کی عبارتیں پیش کرنا شروع نہ کر دے۔ یہاں
ایک ادنی تامل کی ضرورت تھی جس کی وجہ سے جملہ احناف اور فاضل
بریلوی کی ہمیشہ کیلئے صلح رہتی مگر کیا کریں مسلمانوں کے ادبار کا دور ابھی
نہیں ختم ہوتا ہے آئے دن اصول چھوڑ فروع میں نزاع و تکرار رہتی ہے
اور اُس کا سلسلہ ہے کہ برابر بڑھ رہا ہے اللھم اصلح امۃ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم آمین یا رب العالمین ۝

ای بسر پردۂ یثرب بخواب خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

کتبہ العبد المسکین معین الدین الاجمیری کان اللہ لہ المدرس

فی المدرسۃ المعینیۃ العثمانیۃ

الحمد للہ الوہاب مجیب السائلین بالصدق والصواب والصلوۃ والسلام علی من انزل علیہ الکتاب سید الانام خیر الداعین الی الحق الصراح والصراط المستقیم وعلی آلہ واصحابہ المنادین علی النداء الی کلمۃ الحق والصواب اما بعد فانی رأیت ہذا الکتاب المستطاب مولف العالم الامجد البارع الاوحد معین الدین والاسلام لازال کاسمہ معینا للانام فی کشف الظلام عن وجوہ المسائل والاحکام فقد اجاد فی جوابہ واصاب الفاضل العلام فی مسئلۃ الاذان والاعلام بین یدی المنبر یوم الجمعۃ سید الایام اذا صعد الخطیب المنبر لانصات الحاضرین واستماعہم ذکر اللہ کما ہو مذہب الجماہیر الاعلام المتوارث بین اہل الاسلام لا ریب فیہ ہدی للمتقین وارغام للمرتابین کیف لا وقد اثبتہ الفاضل المجیب اللبیب بالبراہین والادلۃ من نقل اخبار الاخیار الاجلۃ فجزاہ اللہ عنا خیر الجزاء آمین وانا العبد الفقیر الی اللہ الغنی الباری السید محمد مخدوم الحسینی الحسنی القادری المعروف بالسید خواجہ پیر الحسینی القادری النظامی عاملہ اللہ بلطفہ السامی ہذہ الرسالۃ تمت وعمت

اعلان

دفتر اشاعۃ العلوم حیدرآباد مین بغرض افادات قومی کتب دینیہ طبع اور شائع ہو رہے ہیں چنانچہ کتب مندرجہ نقشہ ذیل اصلی لاگت پر دفتر مجلس اشاعۃ العلوم واقع شبلی گنج اندرون مدرسہ نظامیہ حیدرآباد مین ملتے ہیں اور کتب خانہ دائرۃ المعارف واقع چھتہ بازار مین بھی کتب مذکور موجود ہین جن علم دوست اصحاب کو خرید کرنا مطلوب ہو ہر دو جگہ سے خرید فرما سکتے ہیں

فہرست کتب طبع شدہ مجلس اشاعۃ العلوم مع صراحت صفحات و قیمت بابتہ ۱۳۲۳ ف

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	فن	تعداد صفحات	قیمت	کیفیت
۱	خدا کی قدرت نظم اردو	حضرت مولانا مولوی محمد انوار اللہ صاحب قبلہ	انبیاء و اولیا	۸	۲ر	مولوی خرم علی صاحب کی اشعار کا ترجمہ نسبت انبیاء و اولیاء اللہ
۲	مقاصد الاسلام حصہ پنجم اردو	"	اخلاق	۱۷۶	۱۲/۵ر	فقر و فقیری تصوف و خلافت و جزا و سزا کا ثبوت
۳	" حصہ ششم	"	"	۳۰۰	۱عہ	عبد اللہ بن سبا کے حالات اور شہادت حضرت عثمان رض کے واقعات و ثبوت اتباع اولیاء اللہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم سے نسبت تقوی و توجہ الی اللہ و توکل و یقین اور مختصر حالات خلفائے راشدین
۴	" حصہ ہفتم	"	"	۱۸۷	عصر	عجائب جسم انسانی کے طبی کیفیت خبیث و مباح اور اسکے متعلق اختلاف و فعل الاعمال ثبوت قیامت تجدد و امثال وحی آقائے دو عالم کو معجزات و کرامات بیان کرنے کی ضرورت

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	فن	تعداد صفحات	قیمت	کیفیت
۵	انوار الجلیل الودود فی مسئلہ وحدۃ الوجود	حضرت مولانا مولوی محمد نواز اللہ صاحب قبلہ	تصوف	۱۰	۲/	وحدۃ الوجود کا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثبوت
۶	مکارم الحفاظ اردو	مولوی حفیظ اللہ خان صاحب	حفظ قرآن	۸۴	۳/	حفظ قرآن کے متعلق عمدہ نکات و لطائف و فضائل حفاظ
۷	حکمۃ بالغہ جلد اول	مولوی محمد حکیم صاحب چریاکوٹی	کلام	۲۸۰	۸/	قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت اور مخالفین کے شبہات کے جواب
۸	حکمۃ بالغہ جلد دوم	"	"	۳۱۶	۸/	"
۹	حکمۃ بالغہ جلد سوم	"	"	۱۷۰	۷/	"
۱۰	السبع الاسمع عربی	"		۳۰	۱۰/	نہایت فصیح و بلیغ بے نقطہ عربی خطبہ
۱۱	سبب نجات	مولوی عبد الجلیل صاحب نعمانی	فقہ	۹۶	۳/	مسائل ضروریہ ارکان اسلام و مسائل فقہیہ صوم و صلات
۱۲	نقشہ انوار الفرائض	مولوی فتح الدین صاحب ازہر	فرائض		۳/	ترکہ میت کی تقسیم مذہب اسلام شیعہ و سنت و ہنود کے موافق
۱۳	نقشہ فقہ اردو	مولوی عبد اللہ صاحب مولوی فاضل	فقہ	۵ عدد	۲/	وضو و نماز کے شرائط فرض و واجبات و مکروہات وغیرہ
۱۴	خطبۂ میلاد النبی اردو	مولوی سجاد مرزا بیگ صاحب	خطبہ سیر	۴۴	۳/	مختصر حالات پیدائش آنحضرت صلعم
۱۵	العروۃ الوثقیٰ عربی	مولوی غلام محمد برہان الدین صاحب مہاجر	سیر	۱۴۴	۵/	محفل میلاد کی فضیلت اور جواز کا ثبوت
۱۶	الوسیلۃ العظمیٰ عربی	"	"	۱۳۶	۴/	جواز قیام وقت ذکر ولادت آنحضرت صلعم
۱۷	زاد السبیل الی دار الخلیل اردو	مولوی سعد اللہ صاحب		۱۳۷	۴/	مناسک حج و عمرہ و ممنوعات و مکروہات احرام کا بیان
۱۸	المعلم التجوید اردو	مولوی سلامت اللہ صاحب	تجوید	۴۴	۱/۶	قرات قرآن کا مطلق ثبوت و قواعد تجوید کا حال
۱۹	سماعت الذکر اردو	"	فقہ	۴۰	۱/۶	آہستہ اور پکار کر ذکر کرنے کا ثبوت
۲۰	رفع الحجاب عن مسئلۃ الخضاب	"	"	۳۲	۲/	کالا خضاب جائز ہونے کا ثبوت

غلط نامۂ القول الاطہر فیما یتعلق بالاذان عند المنبر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۴	جنکی	جسکی		۷	دیی	دیتی
۲	۶	پر	پر یہ	〃	۹	وہ خیال	وہ یہ خیال
〃	۱۴	استثناء معلوم	استثناء نہیں معلوم	۱۰	۱۴	شبہے دد تہے	شبہے ضرور دد تھے
۳	۶	حس	حسن	〃	۱۹	بنبض	بنفس
〃	۸	اونکی	اسکی	۱۵	۶	مناسب	مناسبت
۴	۲	وہین	زمین	〃	۱۸	من غیر	مِن غیرِ
〃	۴	دوسرے سے	دوسرون سے	۱۶	۱۵	ہتی	ٹھہی
〃	۱۱	سنین	سنن	۱۷	۷	کون	کونسا
۵	۴	اکام	امام	〃	۸	مالک رح	مالک رح نے
〃	۱۳	دوسدے	دوسرے				
〃	۱۹	نعنت	نعمت	۱۸	۳	اتبعوا	اتَّبِعُوا
۶	۳	✱	ہے	۱۹	۴	نئی	نئے
۷	۱	اجماع تواتر	اجماع و تواتر	۲۰	۱۹	ایمہ	ائمہ
〃	۱۵	فیتبغ	ویتبع				
۷	۱۸	آیتہ	آیۃ				

۲۴	۱۷	ثانیھما	ثانیھما				
〃	〃	لاحلوت	الاجادیث	۳۹	۱۱	رہ	دہ
۲۶	۱۲	وقایۃ	وقایۃ				
				〃	۱۳	اتدلال	استدلال
〃	۱۴	توشیق	توثیق				
۲۷	۱۲	والی بکر	وابی بکر				
				〃	۱۸	ترحی	ترقی
〃	۱۶	جرحس	جرجین				
۲۸	۵	ابوزرعتر	ابوزرعہ	۴۰	۲	منبز	منبر
〃	۱۳	عنیمتہ	عیینہ	〃	۵	سکل	مشکل
۳۰	۱۱	ضرب	ضرب	〃	۷	خلاف ہے شرع	خلاف شرع ہے
〃	۱۸	جدلی	جدلی	〃	۱۳	مقصود	مفقود
۳۳	۶	بہ	یہ	۴۱	۳	ہوگا اس	ہوگا کہ اس
〃	۱۴	ہوگیا	ہوگیا	〃	۹	وارد ہے	وارد ہوا ہے
				〃	〃	کردے	کردئے
۳۵	۱	حجہ	حجر	〃	۱۸	السۃ	السنۃ
۳۶	۴	والمسنون	والمسنون	۴۳	۱۳	معنے	بجائے
				〃	۱۵	دھر رہین	دور رہین
〃	۱۴	واحل	داخل	〃	۱۶	اہنین	اپنی لفظ
〃	۱۸	کی ہے خواہ	کی خواہ				
				۴۴	۱۰	مجازی کا ارادہ	مجازی ارادہ
				۴۶	۱۲	براعین	براھین
				〃	۱۹	الحینی	الحسینی